ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۳۴ ۲۰ تا ۲۶ اگست ۲۰۲۱ء — ۱۰ تا ۱۶ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-34 20 - 26 August 2021 Page 16

صبرو استقلال اور عزم و حوصلہ کے ساتھ کریں
اسلام مخالف چیلنجوں کا

مُقابلہ

نئے ہجری سال کی آمد پر ملتِ اسلامیہ کے نام امام حرم مدظلہٗ کا پیغام

اس نئے سال کا استقبال کرنا ہی ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ صاحبِ توفیق وہ ہے جو اپنے حال کی اصلاح کے لئے کوشش کرے اور اپنی بقیہ زندگی کے دنوں میں کچھ کر گزرنے کی ٹھان لے تاکہ اس کا کل آج سے بہتر ہو اور اس کا آج گزشتہ کل سے افضل و اعلیٰ ہو اور اس کا نیا سال اس کے گزشتہ سال سے اچھا ہو۔ مُحمّد سالم جامعی

سن ہجری کے مطابق یکم محرم الحرام کو نئے سال کا آغاز ہوتا ہے، اس سے پہلے دن گزرا ہوا سال تمام ہو جاتا ہے شروع ہونے والا سال جہاں دنیا کے لوگوں کے لئے نئے مسائل اور نئے چیلنج لیکر آتا ہے وہیں وہ لوگوں کو گزرے ہوئے سال کے محاسبہ کی دعوت بھی دیتا ہے اس لئے کہ یہ ایک فطری تقاضہ ہے کہ جب نئے سال کا سورج طلوع اور روشن ہوتا ہے تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے گریبان میں جھانکیں اور دیکھیں کہ گزرے ہوئے قدرت کی طرف سے عطا کردہ تین سو ساٹھ دنوں میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ گزرے ہوئے سال کا محاسبہ ہی ماضی کا جائزہ لیکر اصلاح حال پر متوجہ کر سکتا ہے۔ یہ محاسبہ ہی ہمیں مستقبل کے لئے بہتر منصوبہ بندی پر آمادہ کرتا ہے اور اغرض و مقاصد کی راہ دکھاتا ہے۔ ہم نے ابھی چند دن قبل یکم محرم الحرام کو سن ہجری کے مطابق چودہ سو تینتالیس ویں سال کا استقبال کیا ہے اور چودہ سو بیالیس کو جو اپنے دامن میں بڑے بڑے حوادث اور واقعات لیکر رخصت ہوا ہے الوداع کہا ہے۔ اس لئے امت مسلمہ کے لئے یہ اور بھی ضروری ہے کہ وہ ان چیلنجوں اور خطرات کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہو جائے، اس کے ساتھ ہی امت کے لئے اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی عالمی سطح کی سازشوں سے باخبر ہو کر ان کے کامیاب علاج کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل تلاش کریں اور اسے روبہ عمل لا کر اسلام اور مسلمانوں کے لئے تحفظ فراہم کرے۔ سال نو کے آغاز پر مسجد نبوی کے امام و خطیب جسٹس حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ نے امت مسلمہ کے نام اپنے پیغام میں خاص طور پر امت مسلمہ کو محاسبہ نفس، اسلام کے خلاف فتنوں کا مقابلہ اور اسلام کے خلاف الزام تراشیوں کا اپنے عمل و کردار سے دفاع کرنے پر خصوصی دعوت دی ہے۔ (باقی ص۱۲ پر)

اندر پڑھئے

• زبان – جامِ محبت بھی ہے اور زہر قاتل بھی ص۵ • نخل اسلام نمونہ ہے برومندی ص۸
• لڑکی کو رشتہ کے انتخاب کا حق ص۹ • محرم الحرام – نئے اسلامی ہجری سال کا آغاز ص۱۰

طالبان کی فتح - اثرات و مضرات

افغان دارالحکومت کابل پر سرکاری فورسز کی جانب سے کسی مزاحمت کے بغیر طالبان کا قبضہ جہاں دنیا بھر کے لئے حیرت واستعجاب کا باعث ہے وہاں خود طالبان قیادت بھی انگشت بدنداں ہے، اسے بھی صرف دس روز میں امریکہ نواز اشرف غنی حکومت کے انہدام اور پورے افغانستان کی فتح کی امید نہیں تھی۔ سقوطِ کابل کے ساتھ ہی بیس سال کی صبر آزما جدوجہد اور ہزاروں جانوں کی قربانی کے بعد افغانستان میں 'امارت اسلامی' کی بحالی بلاشبہ طالبان کی بہت بڑی فتح ہے لیکن آنے والے وقتوں میں اسے قائم و دائم رکھنے کے لئے انہیں اس سے بھی بڑی آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ امریکی صدر بائیڈن نے حال ہی میں بڑے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ افغانستان کی تین لاکھ فوج جو جدید ترین تربیت اور مہلک ترین ہتھیاروں سے لیس ہے، ستر ہزار بے ساز وسامان طالبان کو کیسے ملک پر قبضہ کرنے دے گی لیکن ثابت ہوا کہ محض عددی طاقت جذبے کی قوت پر غالب نہیں آسکتی۔ پھر یہی ہوا کہ ۸۹ارب ڈالر کے خرچے سے جو سرکاری فوج کھڑی کی گئی تھی اس نے نہ صرف مزاحمت نہیں کی بلکہ اس کے حوصلے اتنے پست تھے کہ اہم ترین مواقع پر خود ہتھیار ڈال کر حملہ آوروں کے ساتھ شامل ہوگئی۔ اس فتح میں جہاں طالبان کی حکمت عملی کام آئی وہاں کابل حکومت کی بے تدبیری، نااہلی اور کرپشن کی داستانوں کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ اس وقت جبکہ صدر اشرف غنی اپنے ساتھیوں سمیت ملک سے اور سرکاری فوج میدان جنگ سے فرار ہو چکی ہے اور دوسری سیکورٹی فورسز کے اہلکار شہریوں کو تحفظ دینے کی بجائے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے ہیں، دارالحکومت کابل غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہے۔ طالبان قیادت نے کابل پر حملہ نہ کرنے اور برسراقتدار طبقے اور اتحادیوں کے لئے عام معافی کا اعلان کرکے موقع فراہم کیا تھا کہ شہر کا نظم وضبط برقرار رہے مگر سرکاری مشینری بے اثر ہونے کے باعث طالبان کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی تاکہ شہریوں کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔ اس وقت کابل کا صدارتی محل طالبان کی تحویل میں ہے اور ان کے بعض اہم رہنما بھی وہاں پہنچ چکے ہیں جو حکومت سازی کے عمل میں شریک ہوں گے۔ سرکاری دفاتر پر امارت اسلامی کے پرچم لہرادیے گئے ہیں۔ شہر میں لوٹ مار کے اندیشے کے پیش نظر کرفیو نافذ ہے۔ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کے سفارتی عملے کا انخلا بلا روک ٹوک جاری ہے۔ امریکہ سمیت بعض ملکوں نے اپنے سفارت خانے بند کردیے ہیں۔ فراری حکومت کے سیاست دانوں حامد کرزئی، عبداللہ عبداللہ اور گلبدین حکمت یار نے قومی رابطہ کونسل قائم کردی ہے جس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ وہ طالبان سے مذاکرات کے ذریعے عبوری حکومت قائم کرکے پرامن انتقالِ اقتدار کو ممکن بنائے گی مگر طالبان قیادت نے یہ تجویز مسترد کردی ہے اور اقتدار فوری اور غیر مشروط طور پر طالبان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں بات چیت تاحال جاری ہے جس کے نتائج کا انتظار ہے۔

بائیڈن نے حال ہی میں بڑے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ افغانستان کی جدید ترین اسلح سے لیس تین لاکھ فوج ستر ہزار بے ساز وسامان طالبان کو کیسے ملک پر قبضہ کرنے دے گی لیکن ثابت ہوا کہ محض عددی طاقت جذبے کی قوت پر غالب نہیں آسکتی۔ پھر ہوا یہ کہ ۸۹ارب ڈالر کے خرچے سے جو سرکاری فوج کھڑی کی گئی تھی اس نے نہ صرف مزاحمت نہیں کی بلکہ اسکے حوصلے اتنے پست تھے کہ ہتھیار ڈال کر حملہ آوروں کے ساتھ شامل ہوگئی۔

افغانستان میں طالبان کے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر ایک بار پھر بحث شروع ہوگئی ہے اور ان کے سابقہ دور حکومت کی پالیسیوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ امریکہ نے انسانی حقوق کے احترام کی یقین دہانی کے بغیر نئی حکومت کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل اور بعض دوسرے ممالک نے بھی اس کے موقف کی تائید کی ہے۔ کئی ممالک اور بین الاقوامی تنظیمیں خواتین کے حقوق کے بارے میں اعتراضات اُٹھا کر طالبان کے اقتدار کی مخالفت کررہی ہیں۔ طالبان قیادت نے ان کے تحفظات دور کرنے کے لیے واضح کیا ہے کہ طالبان اب بیس سال پہلے والے طالبان نہیں رہے۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد اب پہلے جیسے سخت گیر قوانین نافذ نہیں کئے جائیں گے۔ شہریوں کے ہر طبقے، خاص طور پر خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ اسی دوران نیو یارک میں سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کرلیا گیا ہے جس میں افغانستان میں طالبان کی فتح اور اس سے پیدا ہونے والی صورتحال پر غور ہوگا۔ ادھر افغان رہنماؤں کے دو وفود جن میں شمالی اتحاد کے زعما بھی شامل ہیں، صلاح مشورے کے لئے اسلام آباد پہنچ گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ پاکستان کے لئے فکر وتدبر اور آزمائش کا لمحہ ہے۔ اب جبکہ طالبان امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی منشا کے خلاف کابل پر قابض ہو چکے ہیں اور خود افغانستان میں ان کے مخالفین موجود ہیں تو پاکستان کو کسی فریق کا ساتھ دیے بغیر پرامن اور مستحکم افغانستان کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اشرف غنی اور ان کے معاونین اسلامی اخوت تو درکنار حق ہمسائیگی کے تقاضے بھی بھول کر پاکستان پر ہمیشہ رکیک حملے کرتے رہے۔ اب دیکھنا ہوگا کہ طالبان کی متوقع حکومت پاکستان کے ساتھ کس طرح کے تعلقات رکھتی ہے۔ طالبان کو بھی اپنی سخت گیر پالیسیوں پر نظر ثانی کرکے ایک ایسا نظام ترتیب دینا ہوگا جو اسلامی احکامات وشعائر کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے عالمی تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو۔ عالمی برادری کو بھی افغانستان کے زمینی حقائق مدنظر رکھتے ہوئے اپنے رویوں میں معقولیت پیدا کرنا ہوگی تاکہ افغان امن کو یقینی بنایا جاسکے۔ افغانستان خطے کا ایک اہم ملک ہے، اس کا امن خاص طور پر پاکستان کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ توقع کی جانی چاہئے کہ اشرف غنی اور اس سے پہلے والی حکومتوں کے مقابلے میں امارت اسلامی کا رویہ پاکستان کے حق میں مناسب اور معقول ہوگا۔ □□

افغانستان کے حالات کے لئے بائیڈن قصوروار مودی حکومت عجلت میں کوئی قدم نہ اٹھائے

سینئر دفاعی تجزیہ کار کموڈور (ریٹائرڈ) جی جے سنگھ نے امریکی صدر جو بائیڈن کو افغانستان پر طالبان کے قبضے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ مرکز میں نریندر مودی حکومت کو اس سلسلے میں عجلت میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ کموڈور سنگھ نے کہا کہ مسٹر بائیڈن کو افغانستان میں تعینات امریکی فوجیوں کو نومبر تک واپس بلانے کا حکم دینا چاہیے تھا کیونکہ اس وقت فوجی حملے کے لئے موسم سازگار نہیں ہوتا۔ کموڈور سنگھ نے یو این آئی کو ایک خصوصی انٹرویو دیا جس میں انہوں نے کہا کہ افغانستان سے امریکی فوجیوں کی واپسی کے وقت میں مسٹر بائیڈن نے بڑی غلطی کی ہے۔ انہیں نومبر تک اپنی فوجیں واپس بلانی چاہیے تھیں، جب موسم ناموافق رہتا اور ایسے میں افغان دفاعی افواج کو طالبان کے حملوں کا بہتر جواب دینے میں مدد ملتی۔ انہوں نے کہا کہ موسم ابھی حملے شروع کرنے کے لئے سازگار ہے۔ طالبان نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ کموڈور سنگھ نے کابل کے سقوط کے لیے سابق صدر اشرف غنی کی قیادت والی افغان حکومت کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر غنی نے ملک کو خود انحصار نہیں بنایا۔ اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا اور طالبان سے اپنے ہی منصوبے کے تحت لڑنا سیکھنا چاہیے تھا۔

کموڈور سنگھ نے افغانستان کی موجودہ صورتحال کے لئے پاکستانی فوج کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا اور کہا کہ اس نے طالبان کو پورے ملک پر قبضہ کرنے پر اکسایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کی فتح میں پاکستان کا ہاتھ واضح ہے۔ پاکستانی فوج نے نہ صرف اس کی مدد کی ہے بلکہ اس کی جیت کی رہنمائی اور ہدایت کا بھی کام کیا ہے۔

افغانستان میں ترقی پر ہندوستان کے ردعمل کے بارے میں پوچھنے پر کموڈور سنگھ نے کہا کہ ہندوستان کو "رکو اور دیکھو" (ویٹ اینڈ واچ) کی پالیسی اپنانی چاہیے اور طالبان کے ساتھ بات چیت کے لیے دروازے کھلے رکھنے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کو انتظار کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کتنے ممالک طالبان کے ساتھ ہیں اور اس کے مطابق ہی مذاکرات اور بات چیت کے لئے دروازے کھلے رکھیں گے۔

پیسوں سے بھری چار گاڑیاں اور ایک ہیلی کاپٹر اشرف غنی اپنے ساتھ لے گئے۔ روس کا دعوی

روس نے دعویٰ کیا ہے کہ افغان صدر اشرف غنی افغانستان سے فرار ہوتے ہوئے اپنے ساتھ پیسوں سے بھری چار گاڑیاں اور ایک ہیلی کاپٹر بھی لے گئے۔ رپورٹس کے مطابق افغان صدر کو کچھ پیسے چھوڑ کر بھی جانا پڑا کیونکہ ان کے پاس مزید پیسے رکھنے کی گنجائش موجود نہیں تھی۔ واضح رہے اتوار کے روز اشرف غنی نے اعلان کیا تھا کہ وہ طالبان کے کابل میں داخل ہونے کے بعد افغانستان میں خون ریزی کو روکنے کے لیے ملک سے جارہے ہیں، تاہم ان کا موجودہ ٹھکانہ اب تک معلوم نہیں ہوسکا ہے۔ جیو نیوز کے مطابق روس نے کہا ہے کہ وہ کابل میں سفارتی موجودگی برقرار رکھے گا اور وہ طالبان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی امید رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ روس نے کہا ہے کہ اسے طالبان کو افغانستان کے حکمران کے طور پر تسلیم کرنے میں کوئی جلدی نہیں ہے اور وہ طالبان کے رویے کو قریب سے دیکھیں گے۔

دریچۂ پاکستان — **اعزاز سیّد**

افغانستان - ایسے تیسے یا جیسے....

اک گہری سرد آہ کے ساتھ بھرائی ہوئی نسوانی آواز آئی "میں گھر میں محصور ہوں اور گھر والوں کے ساتھ ٹی وی پر تازہ صورتحال سے آگہی حاصل کررہی ہوں، ہم باہر نہیں جاسکتے، آپ کے پیغام کا شکریہ ہمارے لئے دعا کیجیے"۔

وہاٹس ایپ پر یہ وائس میسج کابل سے ایک اُنیس سالہ لڑکی زینبیہ کا تھا۔ یہ لڑکی شاید پیدا بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کے والدین کو افغانستان کے حالات کے پیش نظر ۹۷-۱۹۹۶ء میں جلاوطنی اختیار کرنا پڑی۔ ایران میں ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا گیا تو والدین اپنے بچوں کو لیکر اس امید سے واپس افغانستان آ گئے کہ اب یہاں امن رہے گا مگر حالات اس خاندان کو ایک بار پھر دوبارہ غیر یقینی کی صورتحال کی طرف دھکیل چکے ہیں۔ یہ لڑکی کابل میں کام کرتی اور یونیورسٹی جاتی تھی، اس نے مجھے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے لیکن اسے بہتری کی امید بھی ہے۔ زینبیہ اور اس جیسی نجانے کتنی لڑکیاں اس وقت افغانستان میں خوف کا شکار ہیں مگر شاید ان میں سے اکثر کو معلوم ہی نہیں کہ ان کے مستقبل گروی رکھ کر ان کی سرزمین ایک بار پھر ایک نئے عالمی کھیل کے لیے تیار کی جارہی ہے۔

زیادہ دن نہیں گزرے جب میں کابل میں بیٹھا اندازہ لگا رہا تھا کہ طالبان ستمبر کے وسط میں افغان دارالحکومت کا رخ کریں گے۔ میرا دوسرا اندازہ یہ تھا کہ افغان فوج کی طرف سے مزاحمت ہوگی اور طالبان خون خرابے کے بعد ہی کابل کا تخت حاصل کرپائیں گے۔ طالبان میرے اندازے سے ایک ماہ پہلے ہی کابل آ پہنچے اور شہر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ گویا اب وہ عملی طور پر پورے افغانستان پر قابض ہیں۔ حیرت انگیز طور پر طالبان کے سامنے افغانستان کی فوج ریت کی دیوار ثابت ہوئی۔ نہتے، مجبور اور لاچار لوگوں نے طالبان کا استقبال ایسے ہی کیا جیسے بیس سال قبل امریکیوں کی آمد پر ان کا کیا تھا۔ ایک اچھی بات یہ ضرور ہوئی کہ فی الحال کوئی بڑا خون خرابہ نہیں ہوا۔ امریکہ جس طرح افغانستان سے روانہ ہوا اور پورا ملک ایک طشتری میں رکھ کر طالبان کو پیش کیا گیا، پاکستان اور شاید دوسری جگہوں پر موجود لوگ اسے طالبان کی فتح قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہ امریکہ بہادر کی طرف سے نئی گریٹ گیم کا حصہ لگتا ہے۔ عرصہ دراز سے امریکہ کا سب سے بڑا چیلنج طالبان نہیں بلکہ چین تھا اور اب چین کو نشانہ بنانے کے لیے طالبان کو گلے لگا لیا گیا ہے۔ چین کے خلاف برسرپیکار ایسٹ ترکستان اسلامک موومنٹ پر امریکہ نے بھی پابندی عائد کر رکھی تھی مگر سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ جاتے جاتے اس تنظیم پر سے بھی پابندی اٹھا گئے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ یہ تنظیم طالبان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر افغان حکومت کے خلاف لڑتی رہی؟ اب طالبان کے پاس افغانستان کا کنٹرول ہے اور اس تنظیم کے پاس ایک پوری ریاستی چھتری۔ حیرت کی بات یہ ضرور ہے کہ اس تنظیم کے بعض رہنما ترکی میں جلاوطنی اختیار کیے ہوئے تھے، اب ان کا افغانستان آنا اور آ کر چین کے خلاف برسرپیکار اپنے ساتھیوں سے ملنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ طالبان کی طرف سے فروری ۲۰۲۰ء کے دوحہ امن معاہدے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنی سرزمین کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ یہ وہ بات ہے جس کا اعلان بار بار کیا جارہا ہے مگر کیا دوحہ امن معاہدے کی باقی شقوں پر پورا عملدرآمد کیا گیا؟ اس معاہدے کی بس اتنی ہی اہمیت تھی کہ امریکہ نے بحفاظت نکلنے کی یقین دہانی حاصل کی اور اس بات کا خیال رکھنا بھی گوارا نہ کیا کہ افغانستان میں ایک حکومت بھی تھی جس کی وہ حمایت کرتا آیا۔ طالبان کے افغانستان پر کنٹرول حاصل کرتے ہی سب سے پہلے جیلوں میں قید افراد کی رہائی عمل میں لائی گئی ہے۔ اس سہولت سے فائدہ اٹھانے والوں میں بین الاقوامی طور پر دہشت گرد قرار دی گئی تنظیم القاعدہ اور خطے کی دیگر عسکریت پسند تنظیموں کے جنگجوؤں کے ساتھ ساتھ پاکستان میں مختلف دہشت گرد کارروائیوں میں ملوث کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے عسکریت پسند بھی شامل ہیں (پاکستان کو مختلف کارروائیوں میں مطلوب بگرام جیل میں سال ۲۰۱۳ء سے قید ٹی ٹی پی کے نائب امیر مولانا فقیر محمد بھی رہائی پانے والے افراد میں شامل ہیں) البتہ یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ جیلوں میں داعش کے جنگجوؤں کو رہا نہیں کیا گیا جن کا فیصلہ طالبان اپنی عدالتوں میں کریں گے۔ جیلوں سے قیدیوں کی رہائی یقینی طور پر عسکریت پسند گروہوں کی نئی صف بندیوں اور نئے عسکری معرکوں کی منصوبہ بندی پر منتج ہوگی۔ پاکستان سمیت افغانستان کے پڑوسی ممالک بہرحال ان نئی صف بندیوں سے متاثر ضرور ہوں گے۔ دوسری طرف طالبان کو بھی بڑے چیلنجز کا سامنا ہوگا۔ اوّل یہ کہ پورے ملک کو عوامی فلاح کے لیے معاشی طور پر مستحکم رکھنا اور ایسے اقدامات کرنا کہ زینبیہ جیسی بچیوں کو ڈر نہ لگے وہ تعلیم حاصل کریں اور کام بھی کرسکیں۔ دوئم یہ کہ طالبان کو امن دشمن تنظیموں کو بھی کنٹرول کرنا ہوگا۔ یہ دونوں بہرحال مشکل کام ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر امریکہ اور خطے کے دیگر کھلاڑیوں کی جائز ناجائز توقعات بھی ہیں۔ امریکہ ضرور چاہے گا کہ چین کو اسی سرزمین سے سبق سکھایا جائے کہ جہاں وہ خود بیس سال تک پھنسا رہا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ طالبان چین یا دیگر پڑوسی ممالک کے لیے دردسر نہیں بنیں گے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ امریکی ڈالروں کی مہک سے افغانستان میں موجود دیگر عسکریت پسندوں کی نیتیں خراب نہیں ہوں گی؟ ایسے میں نئی گریٹ گیم تو چلتی رہے گی مگر اس کا تاوان زینبیہ اور اس جیسے لاکھوں نوجوانوں کے خواب برباد کرکے ہی دیا جائے گا۔ دنیا جلتے ہوئے افغانستان کو دیکھ رہی ہے اور نئی گریٹ گیم شروع ہوچکی ہے لیکن آج نہیں تو کل خاموش تماشائی بنی اس دنیا کو اس سارے کھیل کا کسی نہ کسی صورت ضرور حساب دینا ہوگا۔ ایسے، جیسے یا تیسے۔

جواھر القرآن

سورۂ لقمان-۳۱ | ترجمہ آیات: ۳۴ | **حضرت شیخ الہندؒ**

○ بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے (ف۱)

فوائد: —— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ یعنی قیامت آ کر رہے گی، کب آئے گی اس کا علم خدا کے پاس ہے۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔ آدمی دُنیا کے باغ و بہار اور وقتی تازگی پر ریجھتا ہے، کیا نہیں جانتا کہ علاوہ فانی ہونے کے فی الحال بھی یہ چیز اور اس کے اسباب سب خدا کے قبضہ میں ہیں۔ زمین کی ساری رونق اور مادّی برکت (جس پر تمہاری خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ برسے تو ہر طرف خاک اڑنے لگتے۔ نہ سامانِ معیشت رہیں نہ اسبابِ معیشت رہیں، نہ اسبابِ راحت، پھر تعجب ہے کہ انسان دُنیا کی زینت اور تروتازگی پر فریفتہ ہوکر اس ہستی کو بھول جائے جس نے اپنی بارانِ رحمت سے اس کو تروتازہ اور پر رونق بنا رکھا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کو کیا معلوم ہے کہ دنیا کے عیش و آرام میں اس کا کتنا حصہ ہے۔ بہت سے لوگ کوشش کر کے اور ایڑیاں رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن زندگی بھر چین نصیب نہیں ہوتا، بہت ہیں جنھیں بے محنت دولت مل جاتی ہے۔ (آیت کی بقیہ تفسیر اگلے شمارہ میں)

انوارِ احادیث

● حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ایمان کا مزہ اس نے چکھا (اور ایمان کی لذت اُسے ملی) جو اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے پر راضی ہو جائے۔ (مسلم)

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جنسی آوارگی اور بے حیائی سے معاشرہ کا تحفظ ضروری

ابھی حال ہی میں ایک مشہور کاروباری اور ہندی فلموں کی ایک اداکارہ کے خاوند کو گزشتہ دنوں ممبئی پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ پولیس کا الزام ہے کہ یہ شخص بے حیائی پھیلانے والی فلمیں بنانے کا کاروبار کر رہا تھا اور پہلے لاک ڈاؤن کے دوران اس نے سوشل میڈیا پر برہنہ فلموں کو جاری کر کے کروڑوں روپے کمائے جبکہ ہندستانی آئین کی دفعہ ۲۹۲ کے مطابق بے حیائی پھیلانے والی اشیاء کی خرید و فروخت ممنوع ہے لیکن یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ انٹرنیٹ پر ایسے بے شمار مواد موجود ہیں، جن تک کسی بھی اسمارٹ فون استعمال کرنے والے کی پہنچ بہت آسان ہے، اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سستے انٹرنیٹ پلان نے جہاں صارفین کو معلومات کے وسیع ذرائع تک پہنچنے میں مدد کی ہے، وہیں ایک بڑی آبادی کو کم خرچ پر برہنہ مواد کی عادت بھی لگا دی ہے جس کے بعد آزاد خیال لوگوں نے سستے موبائل ڈاٹا کا استعمال جنسی تسکین پیدا کرنے والے ویڈیو اور فلمیں دیکھنے میں کھل کر کیا ہے۔ اس رجحان نے ان لوگوں کی چاندی کر دی جو لوگوں کی اس خراب ذہنیت کا فائدہ اُٹھا کر معاشی الوسیدھا کرنے کے لیے کام کرتے ہیں۔

ہندستانی روایات کے مطابق زندگی میں جنسی جذبات کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ان جنسی جذبات کو مذہب اور مقصد کے ساتھ مردانگی کی علامت بھی قرار دیا گیا ہے، لیکن یہ مردانگی کوئی عیش و عشرت کے لیے نہیں بلکہ ایک معاشرتی ذمہ داری ہوتی ہے جس کی ادائیگی حقوقِ انسانیت کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ قدیم ہندوستانی معاشرہ عام طور پر انسان کی جنسی خواہشات کی آزادی کے تعلق سے کافی نرم تھا۔ سماج میں اس آزادی کو محفوظ طریقہ سے عمل میں لانے کی روایت بھی رہی ہے مگر اسے ہم اپنے سماج کی بدقسمتی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ برہنہ فلموں کے تعلق سے اس طرح کے حفاظتی انتظامات ہماری حکومتیں یقینی بنانے میں کامیاب نہیں ہو پائی ہیں۔ بہت سے ایسے معاملے بھی سامنے آئے ہیں جب عصمت دری کے مجرموں نے یہ قبول کیا کہ انھوں نے جرم کی سازش اپنے فون پر برہنہ فلم دیکھنے کے بعد کی تھی۔ ۸۰ کی دہائی کی بات ہے، ان دنوں تو انٹرنیٹ تک بہت کم لوگوں کی پہنچ ہو پائی تھی لیکن ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ بے حیائی پھیلانے والی فلموں کا کاروبار پھلنے پھولنے لگا تھا۔ راجستھان کے آدی واسی بانسواڑہ ضلع میں ایک چھوٹا سا ہوٹل والا لوگوں سے پیسے لے کر ایک کمرے میں ننگی فلمیں دِکھانے کا کاروبار کرتا تھا۔ اس کے گراہکوں میں بیشتر مزدور اور آدی واسی ہوا کرتے تھے۔ معاملہ اس وقت منظر عام پر آیا جب ایک دن کچھ عورتوں نے اس دکان کے باہر مظاہرہ کیا۔ مظاہرہ کرنے والی خواتین کا کہنا تھا کہ ان کے شوہر نہ صرف اپنی کمائی کا ایک بڑا حصہ برہنہ فلم بینی پر خرچ کر دیتے ہیں بلکہ گھر لوٹنے پر اپنی بیویوں سے چاہتے ہیں کہ وہ بھی ویسے ہی سب کریں جیسا فلم اداکارہ نے کیا تھا۔ عورتوں کے ویسا نہیں کرنے پر مرد مار پیٹ کرتے تھے۔ یہ وہی دور تھا جب جموں و کشمیر کی ایک مقابلہ حسن کی منتخبہ کا برہنہ ویڈیو سامنے آنے کی خبر میڈیا کی سرخیوں میں تھی۔ اس وقت ویڈیو کیسٹ کو ویڈیو پلیئر پر دیکھا جاتا تھا۔ اس وقت پھر بھی بلیو فلمیں کسی بند کمرے یا کیبن تک محدود ہوا کرتی تھیں لیکن اسمارٹ فون نے تو جیسے بے حیائی کو ہر جگہ تفریح کا لائسنس دے دیا ہے۔ ملک کے کچھ قانون ساز اداروں میں بھی کچھ ممبران تک سیشن کے دوران اپنے موبائل کی اسکرین پر برہنہ فلمیں دیکھتے ہوئے پائے جا چکے ہیں۔ میڈیا میں ان کی تشہیر بھی خوب ہوئی لیکن ایسی حرکتیں کرنے والے ممبران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی یہ خبر کبھی پڑھنے میں نہیں آئی۔ جبکہ جمہوریت میں ایسے لیڈروں کے خلاف کی گئی کارروائی عام آدمی کو بھی کچھ پیغام دے سکتی ہے۔

جنسی جذبات کو بھڑکانے کا کاروبار بہت پرانا ہے، مگر پوری دُنیا میں آج بلیو فلموں کا جو کاروبار بڑھ رہا ہے اس نے معاشرہ کی اصلاح چاہنے والوں میں بڑی تشویش پیدا کر دی ہے۔ بہت سے ممالک میں برہنہ مواد تیار کرنے اور بیچنے پر پابندی ہے لیکن انٹرنیٹ پر ایسی لاکھوں سائٹیں موجود ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں صارفین تک ممنوعہ مواد پہنچا ہی دیتی ہیں۔ مغربی زندگی کی آزاد خیالی نے تو بے حیائی کو ایک بڑے بازار میں تبدیل کر دیا ہے۔ ۲۰۰۳ء میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ اس سال دُنیا میں جنسی ہیجان بڑھانے والی اشیا کی فروختگی تیس ہزار ڈالر تک پہنچ جائے گی جبکہ ”ویژن گین“ نامی ایک میگزین کا کہنا تھا کہ تین سال میں امریکہ میں بلیو فلموں کا کاروبار سات ہزار کروڑ ڈالر تک پہنچ جائے گا۔ یہ پندرہ سال پہلے کی بات ہے۔

آج مفت موبائل ڈاٹا اور انٹرنیٹ نے ہر آدمی کیلئے بے حیائی پھیلانے والی سائٹوں تک پہنچنا بے حد آسان کر دیا ہے حالانکہ ملک کی عدالت عظمٰی کے حکم پر حکومت ہند نے آٹھ سو سے زیادہ بے حیائی والی سائٹوں پر روک لگا دی ہے لیکن انٹرنیٹ پر تو ان کی تعداد لاکھوں میں ہے، یہ سائٹیں کئی طرح سے لوگوں کی زندگی برباد کر رہی ہیں۔ ایک جائزے میں پایا گیا ہے کہ امریکہ میں عصمت دری کے مجرم پائے گئے ۵۳ فیصد لوگوں نے انٹرنیٹ پر پہلے بلیو فلمیں دیکھی تھیں، اس طرح بے حیائی کے اس طوفان نے بچوں کے تعلق سے جرائم میں بڑی حد تک اضافہ کر دیا ہے۔

جن لوگوں کی سماج میں اچھی عزت ہے، جنھیں دنیا ان کی مثبت اور تخلیقی حصولیابیوں سے جانتی ہے، وہ بھی دولت مند بننے کے لالچ میں بلیو فلموں کے اس سیاہ کاروبار سے وابستہ ہوتے نظر آئیں تو حساس لوگ ضرور چونکتے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ دولت کا لالچ فرد کو کوئی بار نا سمجھ بنا دیتا ہے۔ پچھلے دنوں ممبئی سے پکڑے گئے مشہور کاروباری کے بلیو فلموں کے بنانے کے معاملہ میں تفتیشی ایجنسیاں اور قانون تو اپنا اپنا کام کریں گے ہی لیکن یہ چیلنج تو سماج کو قبول کرنا ہی ہوگا کہ وہ ایسے مواد کے برے اثرات کے تئیں لوگوں کو بیدار کرے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بلیو فلمیں نہ صرف انسان کی خاندانی زندگی برباد کر دیتی ہیں بلکہ اسے ایسے دماغی امراض کا بھی شکار بنا دیتی ہیں کہ وہ زندگی کی آسودگی سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کو اس گندگی سے بچانے کے لیے کوئی مؤثر قدم اُٹھائے اور آئین پر عمل آوری کو یقینی بنائے۔

جنسی آوارگی اور حیا سوزی کی جس وبا پر ہم نے اپنے ادارتی کالم میں عمومی توجہ دلائی ہے اس کا شکار خود اپنے بچے بھی ہو رہے ہیں اس لیے بطور خاص ہمیں خود بھی اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان ہم امت دعوت کا حصہ ہیں۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ہمیں ایک ایسے نظامِ حیات کا پابند بناتا ہے جو قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی تعلیم کے ذریعہ مرتب ہوتا ہے۔ اسلام اور اس کے نظام کو پروردگار عالم نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ اب اگر مسلمان اپنے آپ کو اسلام کے عطا کردہ نظامِ حیات کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اس لیے بطور خاص ہمیں اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ ہمارے بچے غیر اسلامی طرزِ زندگی اپنا کر حیا سوزی اور جنسی آوارگی کا تو شکار نہیں ہو رہے ہیں اور اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہماری یہ اوّلین ذمہ داری ہونی چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو فیشن، برہنہ فلموں اور اسمارٹ فون کی حیا سوز حرکتوں سے بچانے کے لیے مضبوط لائحۂ عمل تیار کریں اور اس پر سختی سے عمل کریں۔ یہاں ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ بچوں کو بگاڑنے کے لیے ہر سطح پر مختلف قسم کے پروگرام بن رہے ہیں، ہم اپنے بچوں کو گھروں میں قید کر کے یا ان پر پابندیاں عائد کر کے اپنا ہدف حاصل نہیں کر سکتے اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے گھروں میں دوستانہ ماحول بنا کر بچوں کی خوبصورت اور معقول اسلوب میں تربیت کرتے ہوئے انھیں سمجھائیں کہ ہمارے پاس اسلام کی شکل میں ہمارے پروردگار کا عطا کردہ ایک ایسا نظامِ حیات ہے جسے اپنا لینا ہر طرح کی ترقی کا ضامن ہے، اس سے دُنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی، حکمت عملی کے ذریعہ اگر ہم یہ کام کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس سے نہ صرف ہمارے بچوں کو ایک مکمل اسلامی زندگی کا خاکہ ملے گا بلکہ اس میں رنگ بھرنا بھی ان کی زندگی کا مقصد بن جائے گا۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ حالات میں بچوں کو بے راہ روی، جنسی آوارگی اور بے حیائی کا دلدادہ بنانے والے وسائل کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ اگر والدین ابتدا سے ہی اپنے بچوں کی دینی و اسلامی تربیت کریں اور انھیں دینی تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہیں تو انشاء اللہ ہمارے یہ بچے اسلامی زندگی کا نمونہ بن کر سامنے آئیں گے جو جہاں ان کے مستقبل کے لیے بہتر ہوگا وہیں وہ والدین کے لیے بھی ذخیرۂ آخرت ثابت ہوگا۔ □□

صبر واستقلال اور عزم وحوصلہ کے ساتھ کریں اسلام مخالف چیلنجوں کا مقابلہ

نئے ہجری سال کی آمد پر ملتِ اسلامیہ کے نام امام حرم مدظلہ کا پیغام

صفحہ اوّل کا بقیہ

امام حرم نے فرمایا کہ مسلمانوں کا اپنی زندگی کے اس نئے سال کا استقبال کرنا ہی ایک بہت بڑا واقعہ ہے جو اس حقیقت کی یاد دلاتا ہے کہ یہ شب وروز مراحل اور سواریاں ہیں جو کہ ہمیں اس دنیا سے دور لئے جا رہے ہیں اور ہمیں آخرت کے قریب کئے جا رہے ہیں۔ قوم فرعون سے ایمان لانے والے شخص نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر جو بات کہی تھی اس کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ”اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی (چند روز کے لئے) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔“ (المومن: ۳۹) کیا ہمارا یہ ایک سال کو الوداع کہنا اور دوسرے سال کا استقبال کرنا ہماری ہمتوں کو عالی اور ہمارے عزائم کو بیدار کرے گا؟ صاحب توفیق وہ ہے جو اپنے حال کی اصلاح کے لئے کوشش کرے اور اپنی بقیہ زندگی کے دنوں میں کچھ کر گزرنے کی ٹھان لے تاکہ اس کا کل آج سے بہتر ہو اور اس کا آج گزشتہ کل سے افضل و اعلیٰ ہو اور اس کا نیا سال اس کے گزشتہ سال سے اچھا ہو۔ عقلمند وہی ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرلے، اپنے حسابات کی جانچ پڑتال کرے، اعمالِ صالحہ کا توشہ جمع کرلے اور اپنے سابقہ گناہوں اور گزشتہ خطاؤں سے اپنے رب کی طرف توبہ نصوح کرلے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس نے ایک ذرہ برابر بھی خیر و بھلائی کی ہوگی (قیامت کے دن) وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی برائی کی ہوگی وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔“ (الزلزلہ: ۷-۸)

سیدنا ابوذر غفاری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے میرے بندو! میں تمہارے ان تمام اعمال کو گن گن کر تمہارے لئے محفوظ کروائے جا رہا ہوں اور پھر تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جسے بھلائی ملی وہ اپنے رب کا شکر ادا کرے اور جسے اس کے برعکس کچھ بھگتنا پڑا تو وہ اپنے آپ کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔“ (صحیح مسلم)

دوسرا اہم امر یہ ہے کہ ہمارا گزشتہ سال تو گزر گیا ہے جبکہ امت اسلامیہ مصائب و مشکلات میں پھنسی ہوئی ہے۔ طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا ہے۔ اسے بہکانے کی چیزیں عام ہیں وہ طرح طرح کے امتحانات سے دوچار ہے اور یہ سب اشیاء افراد امت سے اور ابنائے اسلام سے فوری حل چاہتی ہیں کہ وہ عزم صادق اور پختہ ارادہ کریں کہ انفرادی طور پر بھی، معاشروں کی سطح پر بھی اور حکام وامراء کیا اور عوام ومحکوم کیا ہر سطح پر اور ہر شخص اپنی اپنی اصلاح کرے گا اور یہ اس یقین کے ساتھ کہ ہم میں سے کسی کو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امت کی ناک میں دم کردینے والوں ان بحرانوں اور تباہ کن حالات سے نجات کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم صاف ستھرے اور حقیقی اسلام کو لیں، وہ خالص اسلام جو قرآن کی شکل میں نازل ہوا ہے جسے پوری کائنات کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے ہیں اور جسے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا۔ جی ہاں! صاف ستھرا اور حقیقی اسلام وہی ہے جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور ہر شعبے کے لئے تعلیمات مہیا کرتا ہے، وہ شعبۂ سیاسیات ہو یا اقتصادیات، اس کا تعلق کلچر وثقافت سے ہو یا اجتماعیات ومعاشروں سے، اسے زندگی کے ہر شعبے میں اپنایا جائے صرف علمی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر بھی، حکمرانی و جہانبانی میں بھی اور اپنے متنازعہ امور میں ثالثی وفیصلے کروانے میں بھی اور یہ مقاصد اسلام کی معرفت کی بنیاد پر ہو کہ اسلام مفید و صالح، عالی تہذیب یافتہ و مہذب زندگی قائم کرنا چاہتا ہے۔ جو دنیا و آخرت میں اعلیٰ ثمرات مہیا کرے اور اسلام اپنے ماننے والوں کو وہ اعلیٰ زندگی مہیا کرنا چاہتا ہے جس کے بارے میں اللہ کا ارشاد صادق آتا ہے جس میں اس نے فرمایا ہے: ”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ وعدہ ہے کہ انھیں زمین کا حاکم بنادے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنادیا تھا اور خوف کے بعد انھیں امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔“ (النور: ۵۵)

آج جبکہ امت مسلمہ مختلف راستوں کے دوراہے بلکہ کئی راستوں کے جنکشن پر کھڑی ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس بات کا یقین کامل اور علم یقین حاصل کرلے کہ اس کی عزت وقوت اس کے اپنے دین کے ساتھ گہرے ربط وتعلق اور اپنی شریعت پر مکمل عمل اور اپنے نبی کی اتباع سنت میں پنہاں ہے۔ یہی کار آمد وفعال اسلحہ ہے جو امت سے تمام خطرات کو دور کرسکتا ہے اور یہی وہ زبردست آہنی لباس ہے جس کے ذریعے اس سخت آویزش اور ان تباہ کن حملوں سے بچا سکتا ہے جو آج اس روئے زمین پر مختلف قوتوں کی طرف سے درپیش ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ”عزت تو اللہ کے لئے یا پھر اس کے رسول کے لئے اور اہل ایمان کے لئے ہے لیکن منافق لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔“ (المنافقون: ۸)

مسلمانوں پر واجب یہ ہے کہ وہ موجود ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کریں جو انھیں دیا جارہا ہے اور جو ان کے دین پر کیچڑ اچھالنے کا سبب بن رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ منحرف افکار ونظریات اور گمراہ کن خیالات والے تمام لوگوں کی راہیں روکی جائیں۔

تیسرا اہم امر یہ کہ آج اسلام پر دشمنان دین اور اہل حقد وبغض معاندین طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں جن سے اسلام کا دامن سراسر پاک وبری ہے اور یہ الزام تراشیاں صرف اس لئے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا جاسکے اور بنی بشر کو اسلام کے روشن و تابناک منہج سے دور ہٹایا جاسکے۔ لہٰذا عالم اسلام کے تمام افراد سے اس دین کا یہ بھرپور مطالبہ ہے کہ وہ اپنی ڈگر کو صحیح اور اپنا قبلہ درست کرلیں تاکہ ان کی غلط روشوں اور کردار کی خامیوں کمزوریوں کو لیکر دشمنان دین ہمارے اسلام کا حلیہ تو نہ بگاڑ کر پیش کرسکیں اور بغض و حسد سے ابلتے سینوں کے مالک لوگ اسلام کے تابناک وضیاء افشاں حقائق کو مسخ کرنے کے لئے ہماری کوتاہیوں کو سیڑھی کے طور پر تو نہ استعمال کرسکیں۔ مسلمانوں پر اپنے دین کی طرف سے یہ واجب ہے کہ وہ صدق نیت وتوجہ اور پرامن مقاصد کو پوری دنیا کے سامنے ثابت کردیں۔ اپنے اہداف ومقاصد کی بلندی سے دنیا کو روشناس کرائیں اور پورے عالم پر اصل اسلام کو واضح کردیں۔ وہ اسلام جو کہ وسیع معنوں میں رحم کرم کا درس دیتا ہے، تمام تر باریکیوں کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے، تمام تر شکلوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے دین ودنیا اور دنیا وآخرت کی اصلاح کی فکر مہیا کرتا ہے۔ علماء ومفکرین کی ذمہ داری ہے کہ وہ پیش آمدہ ہر مسئلہ پر گہری نظر ڈالیں اور اس مسئلہ کو خوب سمجھیں تاکہ اس کے ایجابی ومثبت پہلوؤں سے استفادہ کیا جاسکے، وہ مثبت پہلو جو کہ ہماری شریعت کے مسلمہ امور اور ہمارے عقیدہ کے قواعد واصول کے منافی نہیں اور نہ ہی امت اسلامیہ کے مفادات ومصالح کے مخالف ہیں اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تمام تر مساعی اور کوششیں باہم متفق ہوکر نہ کی جائیں گی اور کتاب وسنت سے حاصل کردہ صحیح فہم کے ساتھ اپنے مواقف میں باہم نظم وضبط پیدا نہ کیا جائے، مکمل ہوش و حواس کے عالم میں اصلاح کی صدق دل سے کوشش نہ ہو، اس عالم کا پورا پورا ادراک نہ ہو جو کہ آج ایسے ایسے تغیرات وانقلابات کا موجیں مارتا سمندر بنا ہوا ہے اور جس کے امن و استقرار کو نت نئے تغیر وتبدل کی آندھیاں تہہ و بالا کررہی ہیں۔ اس دنیا کا مکمل ادراک ایسے مضبوط قاعدے سے ہو جس میں کسی دینی قاعدے یا اصول میں کوئی کوتاہی نہ کی گئی ہو اور نہ ہی دین کے خصائص وامتیازات میں سے کسی سے دست برداری اختیار کی گئی ہو۔ ارشاد الٰہی ہے: ”اور یہ کہ یہی (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس کی پیروی کرو، اور دوسرے راستوں پر نہ چلو پھر وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے۔“ (الانعام: ۱۵۳) □□

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امت کی ناک میں دم کر دینے والوں ان بحرانوں اور تباہ کن حالات سے نجات کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم صاف ستھرے اور حقیقی اسلام کو لیں ، وہ خالص اسلام جو قرآن کی شکل میں نازل ہوا ہے جسے پوری کائنات کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے ہیں اور جسے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا۔ جی ہاں! صاف ستھرا اور حقیقی اسلام وہی ہے جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور ہر شعبے کے لئے تعلیمات مہیا کرتا ہے ، وہ شعبۂ سیاسیات ہو یا اقتصادیات، اس کا تعلق کلچرو ثقافت سے ہو یا اجتماعیات و معاشروں سے ،اسے زندگی کے ہر شعبے میں اپنایا جائے صرف علمی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر بھی۔

علماء ومفکرین کی ذمہ داری ہے کہ وہ پیش آمدہ ہر مسئلہ پر گھری نظر ڈالیں اور اس مسئلہ کو خوب سمجھیں تاکہ اس کے ایجابی و مثبت پہلوؤں سے استفادہ کیا جاسکے ، وہ مثبت پہلو جو کہ ہماری شریعت کے مسلمہ امور اور ہمارے عقیدہ کے قواعد واصول کے منافی نہیں اور نہ ہی امت اسلامیہ کے مفادات ومصالح کے مخالف ہیں اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تمام تر مساعی اور کوششیں باہم متفق ہو کر نہ کی جائیں گی اور کتاب و سنت سے حاصل کردہ صحیح فہم کے ساتھ اپنے مواقف میں باہم نظم و ضبط پیدا نہ کیا جائے ، مکمل ہوش و حواس کے عالم میں اصلاح کی صدق دل سے کوشش نہ ہو، اس عالم کا پورا پورا ادراک نہ ہو جو کہ آج ایسے ایسے تغیرات و انقلابات کا موجیں مارتا سمندر بنا ہوا ہے۔

لوجہاد قانون بنیادی حقوق کیخلاف، جمعیۃ علماء ہند کی عرضی پر گجرات ہائی کورٹ کا عبوری فیصلہ

منفی پس منظر میں قانون بنانے والوں کو عدالت نے آئینہ دکھایا ہے: مولانا محمود مدنی

نئی دہلی ۱۹ر اگست ۲۰۲۱: مفروضہ لوجہاد کا فتنہ کھڑا کرکے گجرات سرکار نے ۱۵ر جولائی کو ”مذہبی آزادی (ترمیم شدہ) ایکٹ ۲۰۲۱“ نافذ کیا تھا، اس کے بعد بہت سارے لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور ان پر مقدمات عائد کیے گئے، اس قانون کی رو سے جبریہ طور سے بین مذاہب شادی کرنے والوں کو دس سال کی سزا ہوگی اور پانچ لاکھ کا جرمانہ دینا پڑے گا۔ جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی کی ہدایت پر ریاستی جمعیۃ نے اس کے خلاف گجرات ہائی کورٹ سے رجوع کیا تھا۔ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ایڈوکیٹ آن ریکارڈ محمد عیسیٰ حکیم اور سینئر وکیل مہر جوشی آج عدالت میں پیش ہوئے۔ معاملے میں طرفین کی بحث سننے کے بعد آج جسٹس وکرم ناتھ اور جسٹس ویرن وشنو کی دورکنی بنچ نے مذکورہ قانون کی دفعہ ۳، ۴، ۴-اے، ۴-بی، ۴-سی، ۵، ۶، اور ۶-اے پر فوری روک لگادی ہے۔ اس ایکٹ کی دفعہ ۳ میں شادی کے ذریعے زبردستی تبدیلیِ مذہب یا شادی کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی مدد کو جرم مانا گیا ہے۔ دفعہ ۳-اے میں والدین، بھائی، بہن یا کسی خونی وسسرالی رشتہ دار کی طرف سے جبری تبدیلیِ مذہب کی شکایت کی جاسکتی ہے۔ دفعہ ۴-اے میں غیر قانونی تبدیلیِ مذہب کے لیے ۳ سے ۵ سال تک قید کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ دفعہ ۴-بی میں غیر قانونی تبدیلیِ مذہب کے ذریعہ کی گئی شادی کو کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ دفعہ ۴-سی میں غیر قانونی تبدیلیِ مذہب میں ملوث تنظیموں کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ دفعہ ۶-اے میں ملزم پر ہی ثبوت دینے کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ عدالت نے ان تمام دفعات پر روک لگاتے ہوئے کہا یہ بالغوں کی آزادانہ رضامندی پر مبنی بین المذاہب شادیوں پر لاگو نہیں ہوں گی۔ سماعت کے دوران جج صاحبان نے زبانی طور پر مشاہدہ کیا کہ مذہب اور شادی ذاتی انتخاب کے معاملات ہیں، حالانکہ ان کے مطابق جس لمحے کوئی شخص بین المذاہب شادی انجام دیتا ہے اور اس کے خلاف ایف آئی آر درج ہوتی ہے تو اس شخص کو جیل بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ثبوت کا بوجھ بھی اسی ملزم پر ڈال دیا جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گرکوئی شخص شادی کرتا ہے تو کیا حکومت اسے جیل بھیجے گی اور پھر اطمینان حاصل کرے گی کہ شادی زبردستی کی گئی تھی یا لالچ میں؟

جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے عدالت سینئر وکیل کا یہ اصرار تھا کہ یہ قانون ذاتی خودمختاری، آزادانہ انتخاب، مذہبی آزادی اور آئینی طور سے امتیازی سلوک پر مبنی ہے اور آئین کی دفعات ۱۴، ۲۱، اور ۲۵ سے متصادم ہے، اس لیے اس کو فوری طور سے کالعدم قرار دیا جائے۔ اس سلسلے میں دیگر دفعات پر سماعت جاری رہے گی۔ جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے گجرات ہائی کورٹ کے فیصلے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ منفی پس منظر میں قانون بنانے والوں کو سرکار نے آئینہ دکھایا ہے، اس قانون کی جن شقوں پر عدالت نے محض تیسری شنوائی میں ہی پابندی لگائی ہے، ان کے اجزاء دہشت گردی مخالف قانون یو اے پی اے سے بھی سخت ہیں، آپ ایک سماجی مسئلہ کو اس طرح ٹریٹ نہیں کرسکتے، اس سے مسئلے حل ہونے کے بجائے مزید پیچیدہ ہوں گے۔

میزان — **محمد عمر نظام آبادی**

زبان- جام محبت بھی ہے اور زہر قاتل بھی

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ انسانی جسم نعمتوں سے بھری ایک کائنات ہے، جس میں ہر عضو قدرتِ خداوندی اور نعمتِ الٰہی کا ایک عظیم شاہکار اور کھلا نمونہ ہے، منجملہ اعضاء میں ایک زبان بھی ہے، یہ قوتِ گویائی کا ایسا ایک انعام ہے جس کے ذریعے انسان اپنے مافی الضمیر کو ادا کر کے اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے لیکن زبان ایک ایسا پل بھی ہے جس کے ذریعے الفت ومحبت کی فضا قائم کی جاسکتی ہے اور انسانوں کے دلوں کو جیت کر اجنبیت کو انسیت میں بدلا جاسکتا ہے اور وہیں دوسری طرف زبان کے ذریعے نفرت وعداوت کی دیواریں کھڑی کر کے رشتے داریوں اور خاندانوں میں فاصلے اور دراڑ پیدا کی جاسکتی ہے؛ گویا زبان دودھاری تلوار ہے؛ کیونکہ زبان جامِ محبت بھی ہے اور زہرِ نفرت بھی؛ جیسا کہ ایک عربی شاعر کا شعر ہے:

جراحات السنان لها التيام
ولا يلتام ما جرح اللسان

کسی اردو شاعر نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے
چھری کا تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا
لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ اکثر خاموش رہتے تھے اور جب بولنے کی ضرورت ہوتی تو بہت ہی جامع اور مختصر گفتگو فرماتے تھے، اسی طرح آپ نے بہت سی احادیث میں مختلف انداز میں زبان سے سرزد ہونے والی خطاؤں پر تنبیہ کی اور اسی کے ساتھ ساتھ زبان کی حفاظت اور اس کو قابو میں رکھنے پر جنت کی ضمانت وبشارت سنائی؛ چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے آپ ؐ سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنی باتوں کے سلسلے میں بھی مواخذہ کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”خدا تیرا بھلا کرے، لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈلوانے والی چیزیں زبان کی کھیتی کے علاوہ اور کیا ہوتی ہیں۔“ (ترمذی: ۲۶۱۶) یعنی جہنم میں جانے کا زیادہ تر سبب وہ گناہ ہے جن کا زبان سے تعلق ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے جسم کے تمام اعضاء زبان کے آگے منت کرتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرتی رہ، اس لیے کہ اگر تو صحیح رہی تو ہم سب صحیح رہیں گے اگر تو بگڑ گئی تو ہم سب بگڑ جائیں گے۔“ (ترمذی: ۲۴۰۷) معلوم ہوا کہ جسم کے دیگر اعضاء کے گناہوں میں مبتلا ہونے کا سبب بھی اکثر زبان بنتی ہے، اسی لیے مارے خوف کے تمام اعضاء اس کے ہاتھ جوڑتے ہیں۔

> **سیدنا داؤد علیہ السلام فرماتے تھے: ”اگر بولنا چاندی ہے تو چپ رہنا سونا ہے“ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں کہ ”جو بہت بولتا ہے وہ بہت غلطیاں کرتا ہے، جو بہت غلطیاں کرتا ہے اس سے کثرت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور جو بہ کثرت گناہ کرتا ہے اس کیلئے جہنم ہی زیادہ مناسب ہے۔“**

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ؐ نے فرمایا: ”آدمی کے اکثر گناہ زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔“ (شعب الایمان: ۲/۲۴۰) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ”آدمی کے اسلام کا حسن وجمال اور اس کی خوبی لایعنی (کام اور کلام) کا ترک کردینا ہے۔“ (مؤطا: ۳/۹۰۳) ایک اور حدیث میں ہے: ”جس نے زبان کو قابو میں رکھا اللہ تعالی اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔“ (الجامع لشعب الایمان: ۷۹۵۹) ایک حدیث میں نبی نے دخولِ جنت کی ضمانت لیتے ہوئے فرمایا: ”جو شخص اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کے تحفظ کی ضمانت دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ (بخاری: ۶۸۰۷)

سیدنا داؤد علیہ السلام فرماتے تھے: ”اگر بولنا چاندی ہے تو چپ رہنا سونا ہے“ حضرت ابوبکر صدیق لایعنی سے بچنے کے لئے منہ میں کنکریاں ڈال رکھتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں کہ ”جو بہت بولتا ہے وہ بہت غلطیاں کرتا ہے، جو بہت غلطیاں کرتا ہے اس سے کثرت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور جو بہ کثرت گناہ کرتا ہے اس کیلئے جہنم ہی زیادہ مناسب ہے۔“

لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے مرتبے تک کیسے پہنچے؟ فرمایا: سچ بولنے اور فضول باتوں سے بچنے کی برکت سے پہنچا ہوں۔

حضرت حسن بصری فرماتے تھے: جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ اپنے دین کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ زبان سے واقع ہونے والے بہت سے ایسے گناہ ہیں جن کی طرف عام طور پر ذہن کی رسائی یا دھیان نہیں جاتا کہ وہ گناہ ہیں؛ حالانکہ ان سے بچنا بیحد ضروری ہوتا ہے؛ کیوں کہ ان سے صرف ایک گناہ بھی آدمی کو جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہوتا ہے؛ اسی وجہ سے اس موقع پر نبی ؟ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص چاہتا ہے کہ (آفات وبلایا سے) محفوظ رہے تو اسے چاہیے کہ خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلے“۔ لٰہذا بہت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہے؛ لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ زبان سے سرزد ہونے والے گناہ کون سے ہیں؟ تو اسے سطورِ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں: تمسخر، تکبر، فحش گوئی، سب وشتم، بدکلامی، غیبت، کذب والزام تراشی، اور بہتان لگانا، کلم؟ فسق وفجور، طعن وتشنیع، استہزاء کرنا، مباحثہ ومناقشہ کرنا، جھگڑا تکرار کرنا، راز افشاء کرنا، چغل خوری اور دوغلاپن کرنا، پرتکلف اور بناوٹی باتیں کرنا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹا وعدہ کرنا، گانے گانا اور بُری شاعری کرنا وغیرہ۔

آج ہماری صورتحال انتہائی (باقی صـ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

ہینڈ میڈ پیپر ایکو فرینڈلی کاروبار [۲]

خام مال کہاں ملے گا

ہینڈ میڈ پیپر کنورزن میں کام آنے والا کچا مال آپ کپڑے کی فیکٹریوں، دفاتر اور کاغذ کے کباڑیوں سے خرید سکتے ہیں۔ جو آپ کو ہر گاؤں، قصبے اور شہر میں آسانی سے مل سکتا ہے۔

فروخت: کاغذ کی تیار مصنوعات کو آپ کئی طرح سے فروخت کرسکتے ہیں۔ اس کے لیے اوپن مارکیٹ میں کتابوں کی دُکانوں، تھوک سامان فروخت کرنے والوں سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ سرکاری یا پرائیویٹ دفاتر میں بھی تیار مال سپلائی کرسکتے ہیں۔

تربیت: ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کی تربیت لینے کے لیے آپ کسی بھی تربیتی مرکز میں جاسکتے ہیں۔ کھادی گرام ادیوگ کے مراکز سے تربیت لینے کیلئے آپ کو ۱۰۰ روپے کا پراسپکٹس خریدنا ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ کسی مؤقر کمپنی میں ملازمت کر کے بھی تجربہ حاصل کرسکتے ہیں۔ ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کی تربیت کی مدت الگ الگ اداروں میں الگ الگ ہے۔ کھادی گرام ادیوگ کے تربیتی مراکز میں پندرہ دن سے لے کر تین ماہ تک کی تربیت دی جاتی ہے۔ ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کی تربیت فیس بھی الگ الگ اداروں میں الگ الگ ہے۔ کھادی گرام ادیوگ کے تربیتی مراکز میں ایس ایس ٹی خواتین/ معذور/ اقلیتوں کو کوئی فیس نہیں دینی پڑتی اور دیگر کو ۲۰۰ روپے فیس دینی ہوگی۔ جن اداروں میں ایک ماہ سے زیادہ کی تربیت دی جاتی ہے ان میں ۲۰۰ روپے ماہانہ فیس مقرر ہے۔ ساتھ ہی کھادی گرام ادیوگ تربیتی مراکز میں خام مال تمام تربیت حاصل کرنے والوں کو خود لانا پڑتا ہے۔

اہلیت: چونکہ اس کام کو وسعت دینے کی کوئی حد نہیں ہے اس لیے آپ جتنے زیادہ تعلیم یافتہ ہوں گے خود روزگار میں اتنی ہی زیادہ کامیابی حاصل کریں گے لیکن ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کی تربیت کم پڑھے لکھے لوگوں کو بھی مل جاتی ہے۔ البتہ کچھ ادارے اس کے لیے بارہویں پاس اُمیدواروں کو داخلہ دیتے ہیں۔ لیکن کھادی گرام ادیوگ کے تربیتی مراکز میں داخلہ کے لیے اسکولی تعلیم ضروری نہیں ہے۔ صرف ہندی پڑھنا لکھنا آنا چاہیے۔

داخلہ: ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کی تربیت حاصل کرنے کیلئے آپ کسی بھی ادارے میں جا کر، اس میں داخلہ کے طریقہ کار کے مطابق تمام شرائط پوری کرتے ہوئے داخلہ لے سکتے ہیں۔ کھادی گرام ادیوگ کے اداروں میں آپ اسکول کی مارک شیٹ رہائش کا سرٹیفکیٹ /گرام پردھان یا گرام پنچایت کے افسر کے ذریعہ جاری کیا گیا سرٹیفکیٹ، پراسپکٹس میں دیئے گئے فارم کو پوری طرح پر کر کے دو تصویروں اور مقررہ فیس کے ساتھ داخلہ لے سکتے ہیں۔

آمدنی: ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کے کام میں آپ کو کتنی آمدنی ہوگی، اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ اسے کس سطح پر شروع کرتے ہیں۔ آمدنی آپ کے کام پیداوار اور فروخت پر ہی منحصر کرے گی۔ پھر بھی اگر آپ ہاتھ سے کام شروع کرسکتے ہیں تو روزانہ اکیلے ۲۰۰-۱۵۰ روپے تک کا مال تیار کرسکتے ہیں۔ اگر آپ آٹومیٹک مشینوں پر کام کرتے ہیں تو ایک دن میں کم از کم ۴۰۰-۳۰۰ روپے کا کام کرسکتے ہیں اس کے علاوہ مشینوں پر آپ کی محنت، مال کی سپلائی اور پیداوار پر آپ کی کمائی منحصر کرے گا۔ کام جتنا بڑا ہوگا، آمدنی اتنی زیادہ ہوگی۔ اس فیلڈ میں آپ لاکھوں روپے مہینے بھی کما سکتے ہیں۔

اہم تربیتی ادارے

☆ ملٹی پرپز ٹریننگ سینٹر، کھادی گرام ادیوگ کمیشن، گاندھی درشن، راج گھاٹ، نئی دہلی-۲
ویب سائٹ: www.kvic.org

☆ کمارا پا راشٹریہ ہاتھ کاغذ سنستھان، کھادی گرام ادیوگ کمیشن، رام سنگھ پورٹ شکار پور روڈ، سانگنیر، جے پور-۳۰۳۹۰۲
ای میل: knhpi.jaipur@kvic.gov

☆ ہاتھ کاغذ انوسندھان سنستھان، مہاراشٹر کھادی گرام اُدیوگ، کے بی جوشی روڈ، پونے ۴۱۱۰۰۵

☆ پیپر میسنگ اینڈ پیپر کرافٹ، بنکر کالونی، بھارگ نگر، نزد ڈرائیونگ لائسنس اتھارٹی، نئی دہلی

☆ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف رورل ڈیولپمنٹ راجندر نگر، حیدرآباد-۵۰۰۰۳۰
ویب سائٹ: www.nird.org.in

دریچے — **م-س-ج-**

ٹیکنالوجی جو پلاسٹک کے کچرے کو غذا میں بدل سکتی ہے

دو امریکی ماہرین نے پلاسٹک کے کچرے کو غذائی پروٹین میں بدلنے والی ٹیکنالوجی وضع کر کے دس لاکھ یورو کا ’فیوچر انسائٹ پرائز‘ بھی جیت لیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ ٹیکنالوجی یونیورسٹی آف لینوئے ارہانا شیمپن کے بایو انجینئر پروفیسر ٹنگ لو اور مشی گن ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی کے حیاتیات داں اسٹیفن ٹیلٹ مین نے مشترکہ طور پر تیار کی ہے جس میں جینیاتی طور پر تبدیل شدہ خردبینی جاندار (مائیکروبز) استعمال کیے گئے ہیں۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ دنیا میں اندازاً دس کھرب مختلف اقسام کے خردبینی جاندار پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اب تک صرف ایک کروڑ کے لگ بھگ ہی دریافت کیے جاسکے ہیں۔ بعض جرثوموں (بیکٹیریا) اور دوسرے خردبینی جانداروں میں زبردست صلاحیتیں دیکھی گئی ہیں جن میں تھوڑی بہت تبدیلی کے بعد انھیں اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ پلاسٹک جیسے سخت جان نامیاتی مادّوں (آرگینک میٹریلز) تک کو مختلف مرکبات میں تبدیل کرسکیں۔ پروفیسر لو اور ٹیکٹ مین نے بھی جینیاتی انجینئرنگ کے استعمال سے یہی کیا ہے جسے مائیکروبیل سنتھیٹک بائیولوجی بھی کہا جاتا ہے۔ جرثوموں کو اس قابل بنانے کے لیے کہ وہ پلاسٹک کو پروٹین میں تبدیل کرسکیں، انھوں نے سب سے پہلے وہ جین شناخت کیے جو اس کام کو بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد (جینیاتی ترمیم کے ذریعہ) جرثوموں میں یہ جین اس انداز سے شامل کیے گئے کہ وہ پلاسٹک کی مختلف اقسام کو بڑی خوبی سے غذائی پروٹین میں تبدیل کرنے لگے۔ فی الحال استعمال شدہ پلاسٹک سے پروٹین بنانے والی یہ ٹیکنالوجی ابتدائی مرحلے میں ہے لیکن اسے ترقی دے کر صنعتی پیمانے تک پہنچانے کے وسیع تر امکانات موجود ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت دنیا بھر میں صرف پلاسٹک کے کچرے کی مجموعی مقدار تقریباً ۳۷ کروڑ ٹن ہوچکی ہے جبکہ ہر سال آٹھ ارب ٹن پلاسٹک سمندروں میں بہا دیا جاتا ہے جو سمندری ماحول اور زندگی دونوں کے لیے بدترین خطرات کا باعث بنتا ہے۔ اگر یہ ٹکنالوجی ہماری امیدوں کے مطابق پختہ ہوگئی تو دو بڑے عالمی مسائل ایک ساتھ حل کرنے میں غیر معمولی مدد ملے گی اور وہ ہیں پلاسٹک کی آلودگی اور غذائی قلت۔

امیروں کی پھیلائی آلودگی غریبوں کی موت کا سبب: تحقیق

آسٹریلوی، امریکی اور ہندوستانی ماہرین ماحولیات نے ایک تازہ مطالعے میں انکشاف کیا ہے کہ ہندستان میں امیر طبقے کی پھیلائی ہوئی آلودگی سے وہاں رہنے والے کروڑوں غریب لوگ نہ صرف بیمار پڑ رہے ہیں بلکہ مر بھی رہے ہیں۔ اس تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ہندستان میں صنعتی پیمانے پر کئی اشیائے صرف تیار ہوتی ہیں مگر ان کے خریداروں کی بھاری اکثریت امیروں اور زیادہ آمدنی والے بالائی متوسط طبقے (اپر مڈل کلاس) سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ طبقات آمد ورفت کے لیے بھی نجی گاڑیوں کا استعمال کرتے ہوئے زیادہ فی کس آلودگی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ البتہ پرائیویٹ ٹرانسپورٹ، خام مال کی فراہمی اور اس پورے صنعتی وترسیلی عمل سے خارج ہونے والی آلودگی کا خمیازہ ان غریبوں کو بھگتنا پڑتا ہے جو محدود تر مالی وسائل کے باعث خود کو اس آلودگی کے مضر اثرات سے محفوظ نہیں رکھ پاتے۔ اس تحقیق میں مرکزی توجہ فضا میں لمبے عرصے تک معلق رہنے والے ۲ء۵ مائیکرومیٹر (یا اس سے کم) جسامت والے ذرّات کی آلودگی پر دی گئی ہے کیونکہ صحت کی خرابی اور اموات میں بھی ان ہی ذرّات کا کردار سب سے نمایاں دیکھا گیا ہے۔ مذکورہ تحقیق سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ بھارت کا امیر طبقہ وہاں کی فضائی آلودگی میں سب سے زیادہ ذمہ دار ہے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ آلودگی کی وجہ سے غریبوں میں اموات کی شرح امیروں کے مقابلے میں نو گنا زیادہ ہے۔ ریسرچ جرنل ’نیچر سسٹین ایبلیٹی‘ کے تازہ شمارے میں شائع ہونے والی یہ تحقیق اس لیے بھی منفرد ہے کیونکہ اس میں پہلی بار ماحولیاتی آلودگی کے تناظر میں سماجی ناہمواری کے سنگین مسئلے کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ہندستان کا شمار دنیا کے آلودہ ترین ملکوں میں ہوتا ہے۔ حالیہ اندازوں کے مطابق ۲۰۱۹ء کے دوران ملک میں فضائی آلودگی کی وجہ سے کم از کم سترہ لاکھ اموات ہوئیں جو وہاں پر سالانہ اموات کا اٹھارہ فیصد تھیں۔ ماحولیات سے متعلق مشہور جریدے ’ڈاؤن ٹو ارتھ‘ میں ۱۵؍ اکتوبر ۲۰۱۹ء کو شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ملک میں فضائی آلودگی سے ہر تین منٹ میں ایک بچہ ہلاک ہوجاتا ہے یعنی وہاں فضائی آلودگی کی بنا پر مرنے والے بچوں کی سالانہ تعداد دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ اب تک کی تحقیقات سے ہندستان میں فضائی آلودگی کی زیادہ ذمہ داری اینٹوں کے بھٹوں اور روایتی چولہوں میں لکڑی یا کوئلہ جلانے والے غریب دیہاتیوں پر اور ہر سال بڑے پیمانے پر فصلوں کی باقیات جلانے والے کسانوں پر عائد کی جاتی رہی ہے۔ اس لحاظ سے یہ پہلا موقع ہے کہ جب آمدنی اشیائے صرف کے استعمال کو بنیاد بناتے ہوئے آلودگی کے اخراج کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ایک درخت بھی شہر کی گرمی کم کرنے میں معاون کردار ادا کرتا ہے

ہندستان سمیت دُنیا بھر میں شجرکاری کی مہم زور وشور سے جاری ہے لیکن اسی تناظر میں ایک خبر آئی ہے کہ کسی شہر میں موجود ایک درخت بھی اپنے اطراف خرد آب وہوا (مائیکرو کلائمٹ) قائم کر کے درجہ حرارت کم کرسکتا ہے۔ گرمیوں میں ہم درختوں کے نیچے سواری کھڑی کرتے ہیں اور دھوپ سے بچنے کے لیے درختوں کا انتخاب بھی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ درختوں کی چھاؤں اور ان سے خارج ہونے والے بخارات کی ٹھنڈی ہوا ہمیں گرمی سے بچاتی ہے۔ اس ضمن میں ایک دلچسپ سروے کیا گیا ہے۔ ماہرین نے اپنی کاروں پر حرارتی سینسر لگائے اور انھیں درختوں کے نیچے پارک کیا۔ اس طرح ایک گرم دن اور رات کو ۷۰ ہزار سے زائد درختوں کا ڈیٹا لیا گیا۔ پھر اس کا موازنہ ان علاقوں سے کیا گیا جہاں درخت موجود نہ تھے۔ ماہرین یہ جان کر حیران رہ گئے کہ جب سورج غروب ہوگیا اور درخت سے بخارات کا اخراج بند ہوگیا اس وقت بھی درخت آس پاس کے علاقے کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔ سائنسدانوں کا اصرار ہے کہ شجرکاری کی اپنی اہمیت ہے لیکن ہمیں ایک تنہا درخت کی اہمیت نہیں بھولنی چاہیے کیونکہ وہ گنجان علاقوں میں گرمی کم کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے شہر کی چھوٹی جگہوں پر بھی شجرکاری کو جاری رکھنا ہوگا۔ انھیں ہم چھوٹے چھوٹے ایئر کنڈیشنر قرار دے سکتے ہیں۔ درخت سایہ دے کر دھوپ کی تمازت نیچے آنے سے روکتے ہیں اور دوسری جانب ان کا ٹھنڈا پسینہ اطراف کو بھی سرد رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک درخت رات کو چند میٹر علاقے کو سرد رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اگست کے تیسرے ہفتہ میں کورونا کی تیسری لہر کی آمد کا امکان ہے

گائیڈ لائن پر عمل کریں اور ہوشیاری کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں

راجیو گاندھی سپر اسپیشلٹی اسپتال کے ڈائریکٹر ڈاکٹر بی ایل شیروال کا انٹرویو

کورونا کی تیسری لہر کی آمد کو دیکھتے ہوئے راجدھانی کے سبھی اسپتالوں میں صحت سہولتوں کو درست کیا جارہا ہے۔ اس کی وجہ سے اسپتالوں میں آکسیجن پلانٹ لگانے، آئی سی یو بیڈ بڑھانے، ڈاکٹروں اور صحت کارکنوں کی بھرتی وغیرہ کا کام چل رہا ہے۔ وبا سے نمٹنے سے لے کر اسپتالوں کے علاوہ اور کیا کیا تیاریاں چل رہی ہیں، آنے والی لہر کتنی خوفناک ہوگی، اس سلسلہ میں دہلی حکومت کے چاچانہرو امراض اطفال اور راجیو گاندھی سپر اسپیشلٹی اسپتال کے ڈائریکٹر ڈاکٹر بی ایل شیروال سے بات چیت ہوئی، پیش ہیں بات چیت کے منتخب حصے۔

س: دہلی میں تیسری لہر آنے کا کتنا امکان ہے؟

ج: یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے کہ دہلی میں تیسری لہر آنے کا کتنا امکان ہے لیکن دوسرے ملکوں میں تیسری لہر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آئے گی ضرور، میرا ماننا ہے کہ اگست کے تیسرے ہفتہ میں دہلی میں کورونا کا وائرس آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہوسکتا ہے کیونکہ کورونا کی اینٹی باڈی چار ماہ کم ہونے والی ہے۔ اپریل-مئی میں لوگوں کے جسم میں جو اینٹی باڈی تیار ہوئی وہ گھٹ سکتی ہے، اس وجہ سے معاملے بڑھ سکتے ہیں اور ستمبر سے اکتوبر کے پہلے

> **دوسری لہر کے وقت کافی کم لوگوں کو ٹیکہ لگا تھا اور دوسری لہر کے دوران تقریباً ۳۳ فیصد وائرس کی شرح ہونے پر ۲۰ /اپریل کو دہلی میں مکمل لاک ڈاؤن لگایا گیا لیکن اس بار حکومت نے ۵ فیصد شرح وبا ہونے پر ہی لاک ڈاؤن لگانے کی بات کہی ہے اس لیے اس بار زیادہ معاملے نہیں بڑھیں گے۔**

ہفتہ تک وائرس کافی بڑھ سکتا ہے۔ حالانکہ ٹیکا کاری اور لوگوں کی بیداری سے اس کی رفتار سست رہنے کی امید ہے۔ تیسری لہر سے نمٹنے کے لیے اسپتالوں میں پوری تیاری ہے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف خبردار اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

س: کیا تیسری لہر دوسری لہر سے زیادہ خطرناک ہوگی؟

ج: نہیں، دوسری لہر کے وقت کافی کم لوگوں کو ٹیکہ لگا تھا، ساتھ ہی اسپتالوں میں آکسیجن سمیت دوسری کئی سہولتوں کی کمی تھی، اس کی وجہ سے دوسری لہر زیادہ خطرناک ثابت ہوئی۔ ساتھ ہی دوسری لہر کے دوران تقریباً ۳۳ فیصد وائرس کی شرح ہونے پر ۲۰ /اپریل کو دہلی میں مکمل لاک ڈاؤن لگایا گیا لیکن اس بار حکومت نے ۵ فیصد شرح وبا ہونے پر ہی لاک ڈاؤن لگانے کی بات کہی ہے اس لیے اس بار زیادہ معاملے نہیں بڑھیں گے۔

س: تیسری لہر کے مدنظر راجیو گاندھی اور چاچا نہرو اسپتال میں کیا تیاریاں کی گئی ہیں؟

ج: راجیو گاندھی اسپتال میں ہولڈنگ ایریا کو ۳۰ بیڈ کے آئی سی یو وارڈ میں تبدیل کردیا گیا ہے تاکہ آتے ہی حساس مریض کو فوری آئی سی یو کی سہولت مل سکے، ساتھ ہی اسپتال میں ۲۵۰۰ لیٹر فی منٹ صلاحیت کا ایک آکسیجن پلانٹ لگایا جاچکا ہے، اس کے علاوہ ایک ہزار لیٹر فی منٹ صلاحیت کا ایک اور پلانٹ لگانے کی تیاری ہے۔ وہیں پہلے سے تیار شدہ دس کیلو لیٹر صلاحیت کے اسٹوریج ٹینک کی صلاحیت کو بھی مزید بیس کلو لیٹر کرنے کی تیاری ہے۔ چاچا نہرو اسپتال میں بچوں کے علاج کے لیے کل ۲۵۰ بیڈ کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان میں سے سو بیڈ کو آئی سی یو بیڈ بنایا جارہا ہے۔ راجیو گاندھی اسپتال میں ۳۲۵ آئی سی یو بیڈ تیار کیے گئے ہیں۔

س: راجیو گاندھی اسپتال میں دوسری لہر کے دوران آکسیجن بیڈ کم پڑ گئے تھے، اس بار کیا نظم کیا گیا ہے تاکہ تیسری لہر کے دوران ایسی پریشانی نہ ہو؟

ج: دوسری لہر کے دوران اسپتال میں جو آکسیجن پائپ لائن تھی اس کی پریشر صلاحیت ایک سے دو لیٹر فی مریض تھی لیکن کورونا مریضوں کے لیے ضرورت اچانک ۱۵ لیٹر آکسیجن فی مریض ہوگئی۔ اس کی وجہ سے دقت ہونے پر بیڈ کم کرنے پڑے تھے لیکن اب آکسیجن کی پائپ لائن کی سپلائی صلاحیت بھی بڑھائی جارہی ہے، اس بار اس طرح کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

س: دوسری لہر کے دوران کئی دوائیوں کی کمی دیکھنے کو ملی تھی۔ اس سے ریمڈیسیور، ٹاسی لیجو بیم اور انفوٹیری سین بی انجکشن کی خوب کالا بازاری ہوئی، تیسری لہر میں ایسا نہ ہو اس کے لیے کیا تیاری ہے؟

ج: میرا ماننا ہے کہ میوکر مائیکوسس کے انجکشن انفوٹیری سین بی کے علاوہ دہلی میں اور کسی دوا کی کمی نہیں ہوئی تھی، جن دواؤں کی کمی کی بات کی جارہی ہے ان دواؤں کا استعمال متبادل کے طور پر کیا جارہا تھا۔ اس سے لوگوں کے درمیان یہ پیغام گیا کہ یہ دوائیاں زیادہ کارآمد ہیں اور وہ خود اپنے مریضوں کو ریمڈیسیور اور ٹاسلی زوبیم وغیرہ دینے کے لیے کہنے لگے، اس وجہ سے ان دواؤں کا ضرورت سے زیادہ استعمال ہوا، اس سے انٹرنیٹ میڈیا پر بھی ایک ماحول بنا۔

س: تیسری لہر کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹروں اور صحت

> **دوسری لہر کے وقت ضرورت کے تحت بھرتی کی گئی تھی۔ ابھی ضرورت نہیں ہے تو کچھ لوگوں کو کم کردیا گیا ہے۔ ضرورت پڑنے پر انھیں دوبارہ رکھا جائے گا ساتھ ہی دلّی حکومت نے آئی پی یونیورسٹی کے ساتھ مل کر بڑی تعداد میں صحت عملہ کی شکل میں نوجوانوں کی تربیت کی ہے، ان کی مدد لی جائے گی۔**

ورکروں کی کمی نہ ہو اس کے لیے کیا تیاریاں کی گئی ہیں؟

ج: سرکار کے ذریعہ ضرورت کے حساب سے ڈاکٹروں اور صحت عملہ کی بھرتی کی چھوٹ پہلے ہی دے دی گئی ہے۔ دوسری لہر کے وقت بھی ضرورت کے تحت بھرتی کی گئی تھی۔ ابھی ضرورت نہیں ہے تو کچھ لوگوں کو کم کردیا گیا ہے۔ ضرورت پڑنے پر انھیں دوبارہ رکھا جائے گا ساتھ ہی دلّی حکومت نے آئی پی یونیورسٹی کے ساتھ مل کر بڑی تعداد میں صحت عملہ کی شکل میں نوجوانوں کی تربیت کی ہے۔ ضرورت پڑنے پر ان کی مدد لی جائے گی۔ ☐☐

علی گڑھ کا نام تبدیل کرکے ہری گڑھ کرنے کی قرارداد منظور

یوگی حکومت مختلف شہروں کے نام تبدیل کرنے کے لئے مشہور ہے اور الہ آباد سمیت متعدد شہروں کے نام تبدیل کئے جاچکے ہیں۔ اب علی گڑھ کا نام بھی تبدیل کرنے کی تیاری کی جارہی ہے اور علی گڑھ کی ضلع پنچایت نے اس معاملہ پر ایک قرارداد بھی منظور کرلی ہے۔ وہیں مین پوری کا نام بھی تبدیل کرنے کی قرارداد ضلع پنچایت سے منظور کی گئی ہے۔ ضلع پنچایت کے اجلاس کے دوران علی گڑھ کا نام ہری گڑھ کرنے کی قرارداد پیش کی گئی۔ اس قرارداد کو کیہری سنگھ اور امیش یادو نے پیش کیا گیا جسے متفقہ طور پر تمام ارکان نے منظور کرلیا گیا۔ ادھر مین پوری کا نام بھی تبدیل کرکے ماین ریشی کے نام پر رکھنے کی قرارداد پیش کی گئی۔ مین پوری کا نام تبدیل کرنے کی کئی ارکان نے مخالفت بھی کی۔ تاہم ضلع پنچایت ارکان کی اکثریت کی جانب سے قرارداد کو حمایت دینے کے بعد ضلع پنچایت صدر ارچنا بھدوریا نے مین پوری کا نام تبدیل کرکے ماین نگر کرنے کی قرارداد کو منظور کرلیا۔ ضلع پنچایتوں میں منظور کی گئی قراردادوں کو اب یوگی حکومت کے پاس بھیجا جائے گا، جہاں یہ فیصلہ لیا جائے گا کہ ان شہروں کے ناموں کو تبدیل کرنا ہے یا نہیں۔ علی گڑھ میں اس وقت یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کے بیٹے راجویر سنگھ راجو کی سمدھن وجے سنگھ ضلع پنچایت صدر ہیں۔ وہیں مین پوری کی ضلع پنچایت صدارت کی کرسی پہلی پر تبہ بی جے پی کے ہاتھ لگی ہے۔ ابھی تک یہاں سماجوادی پارٹی کی جیت حاصل کرتی آرہی تھی۔

ہوا کے دوش پر

پیپر میچ آرٹ سے کشمیری فنکار نے بنایا سری نگر کا پرانا نقشہ

ایوارڈ یافتہ کشمیری آرٹسٹ مقبول جان جو اپنے پیپر میچ آرٹ ورک کے لیے مشہور ہے، نے سری نگر کا پرانا نقشہ تیار کیا ہے۔ اس نے ۷×۵ فٹ کپڑے پر پیپر میچ آرٹ کے ذریعے سری نگر کا پرانا نقشہ تیار کیا ہے جسے وہ پارلیمنٹ میں آویزاں کرنا چاہتا ہے۔ مقبول جان کا کہنا ہے کہ اس نے ایک کتاب میں یہ نقشہ دیکھا تھا جسے وہ کپڑے میں اُتار رہا ہے۔ مقبول گزشتہ ۲۰ برسوں سے پیپر میچ آرٹ کرتا آرہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ نوجوان نسل اس فن کی طرف راغب ہوں اور اسے پروان چڑھائیں تاکہ سیاح ان کی فنکاری عمدہ قیمت پر خریدیں۔ مقبول کا کہنا ہے کہ سری نگر کا خطہ بہت ہی خوبصورت ہے اور وہ اپنی فنکاری کے ذریعہ اس خطہ کی خوبصورتی کو دُنیا تک پہنچانا چاہتا ہے۔ یہاں کا ڈل لیک بہت ہی خوبصورت سیاحتی مرکز میں سے ہے اور ہر سیاح اسے ایک بار دیکھنے کا خواہش مند ضرور ہوتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ڈل لیک، جھیلم ندی، یہاں کی مسجدیں، پارک ہر ایک چیز پرانے وقت میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت تھیں لیکن آج ہم نے ہماری ندیوں کے ساتھ کیا کیا ہے، لہٰذا وہ پہلے کی خوبصورتی کو نقشے میں اتار کر دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ مقبول کا کہنا ہے کہ وہ گزشتہ ایک سال سے اس نقشے پر کام کررہے ہیں اور اسے مکمل ہونے میں مزید ایک سے دو ماہ کا وقت لگ جائے گا۔ مقبول اس نقشے کو پارلیمنٹ میں آویزاں کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اسے پارلیمنٹ میں آویزاں کرنا چاہتا ہے کیونکہ خطے کے متعلق بیشتر فیصلے وہیں سے آتے ہیں لہٰذا جب وہ لوگ اس نقشے کو سامنے دیکھیں گے تو انھیں احساس ہوگا کہ کشمیر جنت نشاں ہے اور انھیں اس کی خوبصورتی اسی طرح برقرار رکھنی ہے اور خطہ کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا ہے۔

کرۂ ارض خطرے میں ہے، چودہ ہزار سائنسدانوں نے تشویش ظاہر کردی

دُنیا کے ہزاروں سائنسدانوں نے ایک تحقیقی مقالے میں اپنی آواز شامل کرتے ہوئے کہا ہے کہ سیارہ زمین کی تندرستی کے اہم اشاریئے تیزی سے روبہ زوال ہیں اور اس ضمن میں فوری طور پر آب و ہوا کی ہنگامی حالت یا کلائمٹ ایمرجنسی نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ سائنسدانوں نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ہم کرۂ ارض کے فطری نظاموں سے وابستہ تمام معیارات روبہ زوال ہیں اور کچھ اپنی تباہی کی حد پر پہنچ چکے ہیں۔ ان میں انٹارکٹیکا اور گرین لینڈ کی برفیلی چادروں کا غیر معمولی پگھلاؤ، مرجانی چٹانوں کی تباہی، ایمیزون اور آسٹریلیا کے جنگلات میں لگنے والی ہولناک آگ بھی شامل ہے اور یوں ہم زمین کی نبضوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اس سے قبل ۲۰۱۹ء میں بایوسائنس نامی جرنل میں گیارہ ہزار سے زائد سائنسدانوں نے سیارہ زمین پر کلائمٹ ایمرجنسی کی درخواست کی تھی لیکن اس رپورٹ میں مزید کچھ اضافے کے بعد اسے اب دوبارہ شائع کیا گیا ہے اور چودہ ہزار سائنسدانوں نے اس کی تصدیق و تائید کی ہے۔ رپورٹ میں شامل جامعہ سڈنی کے ماحولیات داں تھامس نیوسم کے مطابق گزشتہ دو برسوں میں ہم آگ لگنے کے ہولناک واقعات دیکھ رہے ہیں جبکہ کاربن ڈائی آکسائیڈ، میتھین اور نائٹرس آکسائیڈ جیسی گرین ہاؤس گیسوں کی مقدار نے نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ اس دوڑ میں مزید ۲۸۰۰ سائنسداں شامل ہوچکے ہیں اور اب دُنیا کے ۳۴ ممالک میں ۱۹۹۰ قوانین منظور ہوئے ہیں جو کلائمٹ ایمرجنسی سے متعلق ہیں لیکن خوش قسمتی سے کئی ممالک تین نقاط پر متفق ہوچکے ہیں یا ان کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اوّل کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج پر بھاری ٹیکس، رکازی ایندھن (تیل، گیس اور کوئلے) پر مرحلہ وار پابندی اور حیاتیاتی تنوع کے مقامات (مثلاً ایمیزون) کا تحفظ شامل ہیں لیکن افسوس کہ ماہرین ۱۹۶۰ء سے اس کا تقاضہ کرتے آرہے ہیں۔ ماہرین نے کہا ہے کہ انسانی سرگرمیوں سے ہماری زمین غیر معمولی تباہی سے دوچار ہے اور اب ہمارے پاس وقت بالکل ختم ہوچکا ہے۔ انسان تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اس سیارے کے وسائل اور قدرتی نظام تباہ کررہا ہے۔ ماہرین نے کل ۳۱ وائٹل سائنز یعنی اہم فطری اشاریوں کو اپنی تحقیق میں شامل کیا ہے جن میں سمندروں کی صحت، برف کے پگھلتے ہوئے ذخائر، غلے اور مویشیوں کی تعداد جیسے عوامل شامل ہیں جو دباؤ کے شکار ہیں لیکن رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ اچھی خبریں بھی ہیں جن میں ۲۰۱۸ء سے اب تک ہوا سے بجلی بنانے کے نئے منصوبے شامل ہیں جو اب بڑھ کر ۵۷ فیصد تک جا پہنچے ہیں جبکہ اسی عرصے میں رکازی (فاسل) فیول کی سرمایہ کاری میں اسی طرح کمی ہوئی ہے۔

ماحولیاتی نظام میں کچھ تبدیلیوں کو اب ریورس نہیں کیا جاسکتا: عالمی رپورٹ

عالمی برادری نے کوئلے یا اس طرح کے دیگر ایندھن سے خارج ہونے والی گیسوں کی روک تھام میں اتنی تاخیر کردی ہے کہ اب آئندہ تیس برسوں کے دوران عالمی درجہ حرارت کو شدید ہونے سے روکنا ممکن نہیں رہا تاہم اب بھی مستقبل میں تباہی روکنے کے لیے کچھ وقت باقی ہے۔ یہ بات اقوامِ متحدہ کے ادارے کی جانب سے جاری رپورٹ میں بتائی گئی۔ اقوامِ متحدہ کے تحت کام کرنے والے ادارے انٹر گورنمنٹل پینل آن کلائمٹ چینج (آئی پی سی سی) کی رپورٹ کے مطابق انسانوں نے پہلے ہی زمین کو انیسویں صدی کے مقابلے میں اب ۱ء۱ ڈگری سینٹی گریڈ زیادہ گرم مقام بنادیا ہے جس کی بڑی وجہ ایندھن کے لیے کوئلے، تیل اور گیس کو جلانا ہے جس کے نتائج دنیا بھر میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اس سال موسم گرما میں ہی امریکہ اور کناڈا میں ہیٹ ویو کے نتیجے میں سینکڑوں افراد ہلاک ہوئے۔ جرمنی اور چین میں تباہ کن سیلاب جبکہ ترکی، یونان اور سربیا میں جنگلات کی آتش زدگی جیسے واقعات سامنے آئے ہیں۔ ماہرین کے مطابق ماحولیاتی نظام میں کچھ تبدیلیاں اب ناگزیر ہیں جن کو ریورس نہیں کیا جاسکتا۔ رپورٹ کے مطابق یہ تو بس آغاز ہے، اگر اب ممالک کی جانب سے بہت تیزی سے زہریلی گیسوں کے اخراج میں ڈرامائی کمی لائی جائے تو بھی آئندہ دو دہائیوں کے اندر عالمی درجہ حرارت ۱ء۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک بڑھ جائے گا یعنی ایک گرم ترین مستقبل کو روکنا ممکن نہیں رہا۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ ہند کا ایک ورق

ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ (۵)

جو جمعیۃ علماء ہند کے پالیسی سازوں میں ایک اہم مقام کے حامل تھے

تحریر: مولانا محمد یٰسین جہازی (جمعیۃ علماء ہند)

پنجاب کی مسجد شہید گنج

پنجاب کی مسجد شہید گنج کے تعلق سے بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ چنانچہ آپ نے حکومت پنجاب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت حکومت پنجاب اور حکومت ہند کو اس فیصلہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حکومت کے مفاد کے لیے اس گزارش پر میں مجبور ہوں کہ جب متنازعہ فیہ جگہ کا اس فیصلہ کی رو سے حکومت کے نزدیک مسجد ہونا متعین ہوگیا، حکومت اس کے احترام و وقار کے لیے اس جگہ کو سردست اپنی نگرانی میں لے لے، تاکہ اس کی بے حرمتی کی وجہ سے فساد کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ ونیز مزار کا کوشاہ کی جگہ کو بھی سردست اپنی نگرانی میں رکھ کر اس کے فیصلہ کی نگرانی استغاثہ کی طرف سے جلد از جلد دائر کردے۔'' (الجمعیۃ یکم جون ۱۹۳۶ء)

مسلم انڈی پینڈنٹ پارٹی کے حق میں دورہ

جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۴ر تا ۱۶ر جنوری ۱۹۳۴ء مراد آباد میں مجالس مقنّنہ میں شرکت کی تجویز منظور کرلی گئی، تو مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمۃ نے مسلم انڈی پینڈنٹ پارٹی ۲۵ر اگست ۱۹۳۵ء کو بنائی، جس کے امید واروں کو کامیاب بنانے کیلئے آپ نے بھی زبردست کوششیں کیں: ''حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار آج کل دورے پر ہیں اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کے حق میں امارت شرعیہ کی طرف سے مسلمانوں کو متحد فرمارہے ہیں۔'' (الجمعیۃ ۹ر جنوری ۱۹۳۷ء)

یکم اپریل کو یوم مخالفت منانے کی اپیل

''یکم اپریل ۱۹۳۷ء- یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا عملی طور پر نفاذ کردیا گیا۔ اس کے تحت تمام صوبوں میں وزارتیں قائم کردی گئیں۔'' (شیخ الاسلام کی سیاسی ڈائری، جلد دوم، ص ۶۷۹)

اس یکم اپریل کو جمعیۃ نے یوم مخالفت آئین منانانے کا فیصلہ کیا اور مسلمانان ہند سے خصوصی اپیل کی کہ وہ آئین جدید کے خلاف اظہار ناراضگی کے لیے عام ہڑتال کیا جائے۔ اس اپیل میں صدر و ناظم جمعیۃ کے ساتھ ساتھ آپ بھی شریک عمل تھے۔ (الجمعیۃ ۲۴ر مارچ ۱۹۳۷ء)

اخبارات کی رپورٹوں کی شہادت کے مطابق پورے ہندستان میں زبردست ہڑتال ہوا اور یکم اپریل کو پورا ہندستان ٹھہر گیا۔

سیالوکے ہندو مسلم فساد کی تحقیقات

۱۱ر اپریل ۱۹۳۷ء کو موضع سیالوتھانہ بھوئی میں ایک زبردست فرقہ وارانہ فساد ہوگیا، جس کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کیلئے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ فی الحال یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ڈویژنل آفیسر اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا اس ڈویژن سے فوراً تبادلہ کردیا جائے اور تحقیقات کے بعد اگر وہ اس فساد کو مشتعل کرنے کے ذمہ دار ثابت ہوں، تو ان کو مناسب تادیب کی جائے۔ (الجمعیۃ ۲۰ر اپریل ۱۹۳۷ء)

یوم فلسطین کی تجویز

وقت کے ساتھ ساتھ فلسطین کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ جس کو حل کرنے کے لیے ۲۹ر تا ۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو میرٹھ میں آل انڈیا فلسطین کانفرنس کی مجلس عمل کا اجلاس کیا گیا۔ اس میں ایک تجویز پاس کرکے یہ فیصلہ لیا گیا کہ (۱) برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ۔ (۲) دربار تاجپوشی کا بائیکاٹ۔ (۳) آئندہ عالم گیر جنگ میں برطانیہ کی ہر قسم کی امداد بند کردیا جائے۔ اور ان پر عمل درآمد کرانے کے لیے مجلس تحفظ فلسطین بنائی گئی۔ اس میں جمعیۃ احرار اسلام ہند، مجلس عمل فسلطین کے علاوہ جمعیۃ علماء ہند کے جن نمائندوں کو شامل کیا گیا، ان میں ایک نام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ کا بھی تھا۔ اس مجلس نے 15 دسمبر سے درج بالا مقاطعات ثلاثہ پر عمل درآمد کرانے کے لیے ملک گیر سطح پر مہم چلائی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں (الجمعیۃ ۵ر نومبر ۱۹۳۷ء)

انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں بھارتیوں کے وزیروں کو صرف مشورہ دینے کے اختیارات دیے گئے تھے، جبکہ کل اختیارات انگریز گورنروں کو دیئے گئے تھے، اس لیے انتخاب میں بھاری کامیابی کے باوجود کانگریس نے وزارت قبول نہ کرنے کا فیصلہ لیا، گاندھی جی نے مشورہ دیا کہ گورنروں سے عدم مداخلت کی تحریر لینے کے بعد وزارت قبول کریں۔

قبول وزارت کا فیصلہ

انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں بھارتیوں کے وزیروں کو صرف مشورہ دینے کے اختیارات دیے گئے تھے، جبکہ کل اختیارات انگریز گورنروں کو دیئے گئے تھے، اس لیے انتخاب میں بھاری کامیابی کے باوجود کانگریس نے وزارت قبول نہ کرنے کا فیصلہ لیا، گاندھی جی نے مشورہ دیا کہ گورنروں سے عدم مداخلت کی تحریر لینے کے بعد وزارت قبول کریں؛ اس کے برعکس بہار مسلم انڈپینڈنٹ پارٹی کے صدر حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت بہار نے کانگریس کو مشورہ دیا کہ وہ گاندھی جی کی شرط کو لازمی سمجھے بغیر وزارت کو قبول کریں۔ ''دستور جدید کے متعلق کانگریس نے جو پالیسی اختیار کی ہے، وہ بہت خوش آئند ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نقائص کا موثر مظاہرہ بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ ذمہ داریوں کو قبول کیا جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی نے بھی اسی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ مگر کانگریس نے قبول وزارت کی جو شرط ظاہر کی ہے وہ بالکل بے معنی ہے۔

مسلمانان ہند کا فرض ہے کہ وہ بغیر ان قرار دادوں کو دیکھے ہوئے کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کریں۔ (مولانا) ابوالمحاسن محمد سجاد بہاری۔'' (الجمعیۃ ۲۴ر مارچ ۱۹۳۷ء)

حالات حاضرہ پر غور کے لیے اکابرین کی میٹنگ

۱۸ر ستمبر ۱۹۳۷ء کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اور سیاسیات حاضرہ پر جدید حالات کی روشنی میں غور وفکر کرنے کے لیے حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعیدؒ کے علاوہ حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ نے بھی اپنے خیالات پیش فرمائے۔ مستقبل میں عظیم نتائج کی توقع ہے۔'' (الجمعیۃ ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

واردھا تعلیمی اسکیم کا جائزہ

۳ر اگست ۱۹۳۸ء کو دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی میں مجلس عاملہ کا ایک اجلاس ہوا، جس میں واردھا کی تعلیمی اسکیم پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی میں ایک نام آپ کا بھی تھا۔ اس کمیٹی نے ایک جامع رپورٹ پیش کی جو مولانا محمد سجاد صاحب کی نظروفکر کی شاہ کار تھی۔

بھاگلپور فساد پر ایکشن

۲۹ر جولائی ۱۹۳۸ء کو بھاگلپور میں ایک رتھ یاترا کو لے کر ہندو مسلم فساد ہوگیا، جس کے خلاف ایکشن لینے کیلئے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نائب امیر شریعت و پریسیڈنٹ بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی نے آزاد تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ (الجمعیۃ ۹ر اگست ۱۹۳۸ء)

زرعی انکم ٹیکس سے اوقاف کو مستثنی کرنے کی کامیاب کوشش

صوبہ بہار میں مسلم اوقاف کی جائیداوں کو زرعی انکم ٹیکس کے تحت ٹیکس دینے کا پابند کردیا گیا تھا۔ اس کے خلاف مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے زبردست جدوجہد کی اور بالآخر آپ کو کامیابی ملی۔ مولانا کی اس کامیابی کا اعتراف جمعیۃ علمائے بہار کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ ۲۷-۲۸-۲۹ر مئی ۱۹۳۸ء ضلع چھپرا میں کیا گیا۔

نظارت امور شرعیہ کا مسودہ

۳-۴-۵ر مارچ ۱۹۳۹ء بمقام دہلی جمعیۃ علماء ہند کا گیارہواں اجلاس عام منعقد ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی ملی ومعاشرتی ضروریات کے پیش نظر حکومت سے ناظر امور اسلامی کے عہدہ کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور اس کے لیے خاکہ پیش کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ کو اس کا داعی اور روح رواں بنایا گیا۔ چنانچہ آپ نے بڑی عرق ریزی سے اس کا مسودہ تیار کیا، جسے جمعیۃ نے منظوری دی۔ (جاری)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۱۰)

انتخاب: دستور کی رو سے صدر کا انتخاب بالواسطہ (Indirect) ہے۔ اسے ایک انتخابی کالج (Electoral College) جس کے ممبروں کی تعداد کانگریس کے دونوں ایوانوں کی مجموعی تعداد کے برابر ہوتی ہے، چار سال کے لیے منتخب کرتا ہے۔ ہر ریاست سے سینیٹ اور ایوانِ نمائندگان کے ممبروں کی تعداد کے برابر صدارتی انتخاب کنندگان (Presidential Electors) عام ووٹوں سے چنے جاتے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں اس تعداد میں تین کا اضافہ کیا گیا جو کولمبیا کے ضلع سے چنے جاتے ہیں اور پھر یہ لوگ صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہر چوتھے سال نومبر کے پہلے دوشنبہ کے بعد منگل کو یہ انتخاب کنندگان ہر ریاست میں منتخب کیے جاتے ہیں۔ یہ دسمبر کے دوسرے بدھ کے بعد آنے والے پہلے دوشنبہ کو ریاست کے دارالخلافت (Capital) میں جمع ہوکر صدر کو منتخب کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ریاست کی طرف سے امریکن بالائی ایوان کے صدر کو اس الیکشن کا سرٹیفکیٹ بھیجا جاتا ہے۔ ۶ر جنوری کو کانگریس کے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس ہوتا ہے۔ اس میں ووٹ گنے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ ووٹ پانے والے امیدوار کو صدر منتخب قرار دیا جاتا ہے لیکن کثرتِ رائے کا شمار کرتے وقت کل ووٹوں کی اکثریت کا لحاظ کیا جاتا ہے، محض کثرتِ رائے کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ نیا صدر ۲۰ر جنوری کو اپنے عہدے کا حلف لیتا ہے اور اپنے عہدے کا چارج لیتا ہے۔ اگر کوئی امیدوار مقررہ ووٹ حاصل نہ کرسکے تو ایوانِ نمائندگان (House of Representative) سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے پہلے تین نمائندوں میں سے اس امیدوار کو چن لیتا ہے کہ جس نے بقیہ دو سے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہوں۔ اگر یہ کوشش بھی ناکام ہو تو پھر نائب صدر، صدر کا عہدہ سنبھال لیتا ہے۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲۸ر اکتوبر تا ۳ر نومبر ۲۰۰۵ء

جمعیۃ علماء کا ریلیف ورک

اربابِ جودوسخا فراخ دِلی کا ثبوت دیں

۸ر اکتوبر ۲۰۰۵ء کو پاکستان اور پورا خطہ کشمیر جس طرح زلزلہ کی تباہ کاریوں کا شکار ہوا تھا سابق میں اس کی کوئی مثال نہیں تھی، پوری دنیا تباہ کاری کے شکار لوگوں کی امداد کے لیے اُمڈ پڑی تھی۔ ظاہر ہے اس صورتحال پر جمعیۃ علماء ہند کیسے خاموش تماشائی بنی رہ سکتی تھی چنانچہ اس نے متاثرین کی امداد کے لیے منصوبہ بنایا اور بڑی فراخ دلی اور وسعت قلبی کے ساتھ ریلیف کا فریضہ انجام دیا۔ اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

آزاد ہندستان کی تاریخ میں جمعیۃ علماء ہند کو یہ شرف وامتیاز حاصل ہے کہ جہاں اس نے اپنے اسلاف کبار کے مقرر کردہ نصب العین کے مطابق مسلمانانِ ہند کی دینی، مذہبی، سماجی، معاشی واقتصادی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے وہیں اس نے ملک میں آئے آسمانی وزمینی آفات ومصائب کے موقعوں پر بلاامتیاز مذہب وملت ہر مظلوم اور پریشان حال انسان کی اعانت ودستگیری کا فریضہ بھی انجام دیا ہے اور صرف ہندستان ہی نہیں بلکہ دُنیا بھر میں جہاں کہیں بھی کسی طرح کی کوئی مصیبت وپریشانی آئی ہے جمعیۃ علماء ہند اور اس کی فعال قیادت نے آگے بڑھ کر انسانیت کے ناطے متاثرین کی مدد کی کوشش کی ہے۔

ہندستان میں فرقہ وارانہ فسادات کا مسئلہ ہو یا سیلاب وزلزلہ کے ذریعہ آنے والی تباہی کا معاملہ جمعیۃ علماء ہند نے ہر ہر قدم پر اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر اعانت وہمدردی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات میں چونکہ اصل نشانہ مسلمان ہوتے ہیں اس لیے ان کی دادرسی کے لیے دوطرفہ اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے 9۔ انھیں زندگی گزارنے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی سہارا دینا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی گرفتار شدگان کی ضمانت ورہائی مقدمات کی پیروی مجرموں کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور پھر تحقیقاتی کمیشنوں کے سامنے مظلومین کی مضبوطی کے ساتھ وکالت کا فریضہ بھی انجام دینا ہوتا ہے۔ آزادی کے بعد سے ملک بھر میں ہونے والے چھوٹے بڑے ہزاروں فسادات میں جمعیۃ علماء ہند نے جہاں جس طرح کی ریلیف کی ضرورت محسوس کی اسے انجام دینے میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ گجرات کے فسادات ۲۰۰۲ء اس کی تازہ مثال ہیں جہاں آج بھی جمعیۃ علماء ہند متاثرین کے لیے بازآبادکاری، مقدمات کی پیروی اور کمیشن کے سامنے فریق بن کر مظلومین کی مضبوط وکالت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ اسی گجرات کے بھج اور انجار کو جب ۲۰۰۱ء میں زلزلہ کا شکار ہونا پڑا تھا تو یہ جمعیۃ علماء ہند ہی تھی جس نے سب سے پہلے زلزلہ زدہ سرزمین پر پہنچ کر بے سہارا کھلے آسمان کے نیچے پڑے ہوئے لاکھوں متاثرین کی ڈھارس بندھائی تھی اور زلزلہ کا شکار ہزاروں بے گوروکفن پڑی ہوئی لاشوں کی ان کے مذہب کے مطابق آخری رسوم ادا کرائی تھیں اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یتیم ولاوارث ہوجانے والے ہزاروں بچوں کے لیے ''چلڈرن ویلیج'' بناکر ان کی تعلیمی ومعاشی کفالت بھی کی جس پر آج بھی سالانہ پچاسوں لاکھ روپیہ صرف ہورہا ہے۔ آسام، بنگال اور اڑیسہ کو جب سیلاب کا سامنا کرنا پڑا تو جمعیۃ علماء ہند اور اس کی فعال ومتحرک قیادت نے فوراً متاثرین کی امداد وبازآبادکاری کے لیے اپنے رضاکاروں کو میدان میں اُتار دیا تھا اور ملت کے یہ خدام اسی وقت وہاں سے ہٹے جب متاثرین کی امداد واعانت اور بازآبادکاری کے فریضہ سے فارغ ہوگئے۔ گذشتہ سال سنامی طوفان نے جنوب مشرقی ایشیا کے متعدد ممالک میں جو قہر برپا کیا وہ ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند گھنٹوں کے اندر انڈونیشیا اور تھائی لینڈ سے لے کر ہندستان کے ساحل مدراس وحیدرآباد تک تباہی کے وہ مناظر آنکھوں کے سامنے نمودار ہوئے کہ الاماں الحفیظ۔ جمعیۃ علماء ہند کے خدام فوراً حیدرآباد، چنئی اور تری وندرم تک پھیل گئے اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر بلاامتیاز مذہب وملّت ہر مظلوم ومتاثر کے لیے راحت رسانی کا انتظام کیا۔ متعدد متاثرہ مقامات پر بازآبادکاری کے لیے مکانات کی تعمیر اور متاثرین کے لیے ریلیف کا سلسلہ آج بھی جاری ہے جس پر جمعیۃ علماء ہند کے ریلیف فنڈ سے ایک خطیر رقم صرف ہورہی ہے۔

آج تباہی وبربادی کی تاریخ نے اپنے آپ کو ایک بار پھر دہرایا ہے۔ گذشتہ ۸ر اکتوبر کو پاکستان اور پورے خطۂ کشمیر میں زلزلہ نے جو تباہی برپا کی ہے۔ اس نے پورے شمالی ہند کی زمین کو تھرادیا ہے۔ پاکستان کی راجدھانی اسلام آباد سے لے کر ہندستان میں جموں کشمیر کے اُڑی، پونچھ، بارہ مولا، کپواڑہ، تنگ دھار تک پورے علاقہ میں پچپن ہزار سے زائد افراد موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔ ہزاروں مکان تباہ وبرباد ہوگئے ہیں۔ بہت سے علاقوں اور دیہات کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے۔ پانچ لاکھ سے زائد لوگ زخمی ہوگئے ہیں اور پچیس لاکھ سے زائد اس زلزلہ سے بے گھر ہوگئے۔ بہت سے مرنے والے ایسے ہیں جن کا کوئی وارث ہی نہیں بچا ہے۔ صرف پاکستانی مقبوضہ کشمیر کی راجدھانی مظفرآباد میں پچیس ہزار سے زائد افراد کو اس بھیانک زلزلہ نے موت کی نیند سلا دیا ہے۔ پورا شہر قبرستان میں تبدیل ہوچکا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے وزیراعظم سردار سکندر حیات کا کہنا ہے کہ وہ کشمیر کے نہیں اب قبرستان کے وزیراعظم ہیں جس سے وہاں کی تباہی وبربادی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہٗ اور ناظم عمومی مولانا سیّد محمود مدنی حالانکہ رمضان المبارک کے اپنے دینی وروحانی مشاغل میں مصروف دیوبند میں مقیم تھے مگر جیسے ہی اس حادثۂ جانکاہ کی انھیں اطلاع ملی اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر فوراً انسانیت کی خدمت کے لیے نکل پڑے۔ صدر محترم مدظلہٗ نے جو اپنی پیرانہ سالی اور بعض عوارض کی وجہ سے کسی طویل سفر کے متحمل نہیں ہیں، اس حادثہ پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے متاثرین سے اظہارِ ہمدردی فرمائی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوراً مؤثر اقدامات کرے۔ زخمیوں کے علاج پر مناسب توجہ دے اور متاثرین کی بازآبادکاری کے لیے مؤثر قدم اُٹھائے۔ امیر الہند مدظلہٗ نے اصحابِ خیر حضرات سے بھی اپیل کی کہ وہ مصیبت کی اس گھڑی میں آفت زدوں کی ہر طرح کی اعانت کریں اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے انھیں ان قدرتی آفات سے محفوظ رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدر محترم مدظلہٗ نے ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کو فوراً زلزلہ زدہ علاقہ کا دورہ کرنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ ناظم عمومی مولانا سیّد محمود مدنی ۹ر اکتوبر کو ہی کشمیر کے لیے روانہ ہوگئے جہاں مسلسل چار دن قیام کرکے آپ نے حالات کا جائزہ لیا اور متاثرہ علاقوں میں مقامی لوگوں کو ساتھ لے کر ایک مرکزی ریلیف کیمپ قائم کیا جس کے ذریعہ متاثرین کیلئے ریلیف بہم پہنچانے کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ ناظم عمومی (باقی ص ۱۴ پر)

عالم اسلام

دمام ایئرپورٹ پر منشیات پیٹ میں چھپا کر اسمگل کرنے کی کوشش ناکام

سعودی عرب میں محکمہ زکوٰۃ، ٹیکس وکسٹم نے دمام کے کنگ فہد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر ۲۶ کلو گرام سے زیادہ کوکین کی اسمگلنگ کی کوشش ناکام بنائی ہے۔ سعودی حکام کا کہنا ہے کہ چھ مسافر پیٹ میں چھپا کر دمام ایئرپورٹ پہنچے تھے۔ شبہ ہونے پر اسکریننگ کرائی گئی جس سے پیٹ میں کوکین کی موجودگی ثابت ہوگئی۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق محکمہ زکوٰۃ، ٹیکس وکسٹم نے بیان میں بتایا کہ کنگ فہد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر آنے والی ایک پرواز کے مسافروں کی جانچ پڑتال کی جارہی تھی۔ اسی دوران کسٹم انسپکٹر کو چھ مسافروں پر شبہ ہوگیا۔ فوری طور پر ان کے پیٹ کی اسکریننگ کرائی گئی جس سے شبے کی تصدیق ہوگئی۔ مسافروں کے پیٹ سے ۲۴۴ کیپسول برآمد ہوئے جن میں ۲۶ء۸۵ کلو گرام کوکین بھری ہوئی تھی۔ مسافروں کو حراست میں لے کر قانونی کارروائی آگے بڑھانے کے لیے پبلک پراسیکیوشن کے حوالے کردیا گیا۔

مکہ اور مدینہ میں غیر ملکی زمین کے مالک بن سکتے ہیں؟

قانونی مشیر جعفر جمل اللیل نے خبردار کیا ہے کہ کوئی بھی غیر ملکی کسی بھی سعودی کے نام سے مکہ اور مدینہ منورہ میں غیر منقولہ جائدادوں کا مالک نہیں بن سکتا- تجارتی پردہ پوشی کے ذریعے مالک بننے کی کوشش کا بھاری خمیازہ بھگتنا پڑے گا، اس قسم کی جائداد نیلام کی جاسکتی ہے۔ سبق ویب سائٹ کے مطابق قانونی مشیر نے بتایا کہ غیر ملکی مکہ اور مدینہ منورہ کے مقدس علاقوں میں زمینوں کے مالک صرف ورثے کی صورت میں بن سکتے ہیں۔ جائیدادوں سے استفادے کا حق بھی صرف وراثتی طور پر ہی ممکن ہوگا۔ قانونی مشیر سے دریافت کیا گیا کہ کیا غیر ملکی سعودی عرب میں جائیدادیں خرید سکتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس علاقوں کے علاوہ غیر ملکی سعودی عرب میں کسی بھی مقام پر جائیدادوں کے مالک بن سکتے ہیں اس کے لیے انہیں وزارت داخلہ سے منظوری لینا ہوتی ہے- غیر ملکی رہائشی مکان خرید سکتے ہیں تاہم ایک سے زیادہ مکان خریدنے کے مجاز نہیں۔ غیر ملکیوں کے لیے مقرر قانون ملکیت کی دفعہ ۲ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔

امارات امریکی درخواست پر پانچ ہزار افغان شہریوں کی میزبانی کریگا

متحدہ عرب امارات نے افغانستان سے نکلنے والے پانچ ہزار شہریوں کی عارضی میزبانی کی منظوری دی ہے۔ امریکہ نے امارات سے درخواست کی تھی کہ دیگر ملکوں میں ان کی مستقل بندوبست سے قبل عارضی طور پر انہیں رہائش فراہم کی جائے۔ امارات کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے دفتر خارجہ نے بیان میں کہا کہ امریکہ کی درخواست پر پانچ ہزار افغانیوں کی عارضی میزبانی کی جائے گی۔ اس کے بعد انہیں دیگر ممالک منتقل کردیا جائے گا۔ وزارت خارجہ کا کہنا تھا کہ آئندہ چند روز کے دوران امریکی طیاروں سے پانچ ہزار افغان شہری کابل سے متحدہ عرب امارات پہنچیں گے۔ اماراتی وزیر خارجہ سلطان محمد الشامسی نے کہا ہے کہ امارات کا نیا اقدام نازک حالات میں بین الاقوامی تعاون کا ایک اور عملی ثبوت ہے۔ امارات اسی پالیسی پر گامزن ہے کہ نازک وقت میں بین الاقوامی برادری سے تعاون کیا جائے۔ امارات نے اس سے قبل افغانستان سے نکلنے والے سیکڑوں شہریوں کی منتقلی کے لیے پروازوں کا بندوبست کیا تھا۔

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

توحید کے متوالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا، اس وقت پوری دنیا میں جس آزمائشی صورت حال سے دوچار ہیں، وہ جگ ظاہر اور عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے، گزرتے زمانے کے ساتھ اس کی ایک وجہ تو بلاشبہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے عیش کوشی، دنیاداری اور دولت طلبی میں خود کو اس قدر مصروف کرڈالا کہ خالق ومالک کے سامنے سر جھکانے اور تعلیمات نبوی پر عمل پیرا ہونے سے غافل ہوگئے۔ بہ ایں ہمہ اس (ابتلا) کا ظاہری سبب ایک اور بھی ہے، جو نیا نہیں؛ بل کہ ساڑھے چودہ سو سال پرانا ہے اور وہ ہے: اسلام اور اس کی بڑھتی مقبولیت سے حسد وعناد۔

اسلام سے بغض وعناد کا یہ مکروہ سلسلہ اسی دن سے جاری ہے، جس دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہوکر اسلام کا غلغلہ بلند کیا، لوگوں کو دین حق کی طرف بلایا اور بہ صورت دیگر باشندگانِ مکہ کو آنے والے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کیا، تب ہی سے وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق وامین کہتے تھے، جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہوگئے؛ لیکن جوں جوں اسلام کی محبوبیت میں اضافہ ہوا اور دین حق کی خوشبو مکہ سے نکل کر طائف پھر مدینہ اور ان علاقوں کے اطراف واکناف پھیل گئی اور اسلام قبول کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا، تو اِس کے ساتھ ساتھ حاسدین کا حسد اور معاندین کا عناد بھی بڑھتا چلا گیا۔ ایک جانب بڑی تعداد میں لوگ حلقہ بہ گوش اسلام ہورہے تھے تو دوسری جانب اسلام دشمنوں خاص طور پر یہود ومشرکین کے دل، حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کی یوں منظر کشی کی ہے: تم سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے۔ (المائدۃ:۸۲) یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مختلف حربے اپنا کر اسلام اور اُس دور کے مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے میں مصروف رہے، ان لوگوں کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو روک دیں گے اور مسلمانوں کی کامیابیوں کے بڑھتے قدموں کے آگے رکاوٹ کھڑی کردیں گے؛ لیکن ایسا قطعاً نہیں ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہود ومشرکین اور دیگر اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کے نتیجے میں اسلام اور تیزی سے پھیلا، پھیل رہا ہے اور پھیلتا ہی جائے گا۔

ماضی کی طرح آج بھی اسلام کے حاسدین موجود ہیں اور عہد نبوی کے بالمقابل بھاری اکثریت کے ساتھ موجود ہیں، نیز اپنے یہودی آبا کی پیروی کرتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دن رات سازشوں میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں سازشوں کا حصہ ہے کہ کبھی اسلام کو فتنہ وفساد سے جوڑ دیا جاتا ہے، کبھی اسلام کے ماننے والوں کو تبدیلیٔ مذہب اور جے شری رام کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے، کبھی مدارس اسلامیہ پر دہشت گردی کا لیبل لگایا جاتا ہے اور کبھی داعیان اسلام کو ناکردہ جرم کی پاداش میں پس دیوار زنداں کیا جاتا ہے۔ غرض اسلامیان ہند پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش ہورہی ہے اور آئندہ بھی ہوتی رہے گی؛ مگر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبر وثبات کے ساتھ دعوت کے کام میں مصروف رہیں اور مضبوط حکمت عملی سے حالات کا مقابلہ کریں۔

اس وقت جیسا کہ سبھی جانتے ہیں، بھارت میں داعیان اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں اور تبدیلی مذہب کے تعلق سے سخت قوانین بنائے جا رہے ہیں، داعیان اسلام کو بدنام کرنے کے لیے سرکاری ایجنسیوں کو استعمال کیا جارہا ہے اور میڈیا کے ذریعے جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، اس کی تازہ ترین مثال یوپی اے ٹی ایس کے ذریعے جناب عمر گوتم صاحب اور مفتی جہانگیر صاحب کی گرفتاری ہے، ان پر تبدیلی مذہب کے تعلق سے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں اور میڈیا کے ذریعے ان کی امیج خراب کرنے کی کوشش ہو رہی ہے؛ جب کہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، یہاں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ آئین ہند کی تمہید کے مطابق ملک کے ہر شہری کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہے اور اس حق کو اس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ واضح رہے کہ مذہب اسلام کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق کوئی شخص کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا اور زمانہ شاہد ہے کہ اسلام کی دعوت دینے والوں نے کبھی قبول حق کے لیے زور زبردستی نہیں کی، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان دونوں حضرات کی گرفتاری ناانصافی پر مبنی اور سراسر ظلم وتعصب سے عبارت ہے۔

اخباری ذرائع کے مطابق جناب عمر گوتم صاحب خود ایک نومسلم ہیں اور برسوں سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل ہیں، یہ بہت مخلص داعی اور نومسلموں کے مسائل حل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ مفتی جہانگیر صاحب ان کے معاون اور شریک کار ہیں۔ یہ لوگ ایک مدت سے میدان دعوت میں سرگرم عمل ہیں، نیز یہ کوئی خفیہ کام نہیں کر رہے ہیں؛ بل کہ کھلے عام اپنی سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں، اس کے باوجود منصوبہ بند طریقے سے ان حضرات کو گرفتار کیا گیا اور ان کے خلاف فرد جرم عائد کیا گیا جو یقیناً ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔

کبھی اسلام کے ماننے والوں کو تبدیلیٔ مذہب اور جے شری رام کہنے پر مجبور کیاجاتا ہے، کبھی مدارس اسلامیہ پر دہشت گردی کا لیبل لگایا جاتا ہے اور کبھی داعیان اسلام کو ناکردہ جرم کی پاداش میں پس دیوار زنداں کیاجاتا ہے۔ غرض اسلامیان ہند پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی ہرممکن کوشش ہورہی ہے اور آئندہ بھی ہوتی رہے گی؛ مگر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبر وثبات کے ساتھ دعوت کے کام میں مصروف رہیں اور مضبوط حکمت عملی سے حالات کا مقابلہ کریں۔

اسلام کو جملہ الہامی وغیر الہامی مذاہب میں اس لحاظ سے انفرادیت حاصل ہے کہ اس نے اپنی ترویج واشاعت کے باقاعدہ اصول بیان کیے ہیں اور کھل کر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ دین ایسی چیز نہیں جس کو زبردستی کسی پر تھوپا جائے؛ کیوں کہ دینِ اسلام کا اولین جزو ایمان ہے اور ایمان نام ہے یقین کا۔ دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی زبردستی پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لیے قرآن کا واضح حکم ہے: ''دین میں زبردستی نہیں ہے، تحقیق کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہوچکی ہے''۔ (البقرہ:۲۵۶) اس آیت کے شان نزول میں مفسرین کرام نے متعدد واقعات نقل فرمائے ہیں؛ جن میں سے دو ایک واقعات درج ذیل ہیں:

(۱) علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) اپنی تفسیر ''تفسیر القرآن العظیم'' میں لکھتے ہیں: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرک عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم انہیں یہود بنا کر یہودیوں کے سپرد کردیں گے، اس طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین کے انصار بنے، یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کردیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کیے؛ تاکہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو، دین قبول کرنے میں زبردستی نہیں کی جائے گی۔

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م۱۲۲۵ھ) اپنی تفسیر ''تفسیر مظہری'' میں لکھتے ہیں: ابن جریر نے بہ وساطت سعید یا عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ قبیلۂ سالم بن عوف کے انصاریوں میں سے ایک آدمی تھا جس کا نام حصین تھا۔ حصین کے دو بیٹے عیسائی تھے؛ لیکن وہ خود مسلمان ہوگئے تھے انہوں نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا میرے دونوں بیٹے تو عیسائیت کے سوا کسی دین کو مانتے ہی نہیں، کیا میں جبر کرکے ان کو مسلمان بنا لوں اس پر آیت: لا اکراہ فی الدین نازل ہوئی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان دار ہونے میں جبر کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اکراہ (جبر) کا صرف یہ معنی ہے کہ کسی سے بہ زور ایسا کام کرایا جائے جس کو وہ اپنی خوشی سے نہ کرنا چاہتا ہو ایسا اکراہ قول وفعل میں تو ممکن ہے، ایمان میں ممکن نہیں۔ ایمان تو صرف ایک قلبی عقیدہ کا نام ہے اور قلبی عقیدہ اکراہ سے نہیں پیدا ہوتا۔

اس آیت سے متعلق بعض لوگ یہ اعتراض کرتے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے، حالانکہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم اس کے معارض ہے۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے، ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرنے کے لیے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے؛ بل کہ دفعِ فساد، ظلم وبربریت کو مٹانے کے لئے حکم جہاد آیا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے ان سے ایک معمولی رقم جزیہ کے نام پر لی جاتی ہے جس سے ایک غیر مسلم کی جان ومال اور مذہب کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ اسلام میں جزیے کا نظام ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔ اسی طرح جنگ کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفاء راشدین، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد کے فاتحین کا طرز عمل یہ تھا کہ انہوں نے کمزوروں، بیماروں، عورتوں، زخمیوں، مذہبی پیشواؤں اور پرامن شہریوں پر تلوار اٹھانے یا گھر بار، کھیتی باڑی کو جلانے کی کبھی اجازت نہیں دی؛ کیونکہ وہ فساد کرنے پر قادر نہیں ہیں؛ اس لیے ان کے ساتھ تعرض کا کیا مطلب۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جس کو نہ صرف رسول اللہؐ نے خود اختیار فرمایا؛ بل کہ صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تلقین فرمائی چنانچہ رسول اللہؐ نے جب عمروؓ بن حزم کو بنو حارث بن کعب کی طرف دعوت وتبلیغ اور صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا تو ان کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں یہ ہدایت واضح طور پر درج تھی: ''اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دین اسلام کو اپنا دین بنالے، وہ مومنوں میں شمار ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں پر ہوں گے اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اس یہودیت یا نصرایت سے پھیرا نہ جائے گا۔'' (ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب)

الغرض اسلام کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں (تاریخ گواہ ہے کہ) سب کے سب اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے لالچ اور اکراہ دونوں کا استعمال کرتے ہیں؛ اس لیے کہ جس شخص کو یہ اپنے مذہب میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے سمجھانا چاہتے ہیں تو سمجھانے کے لیے ان کے پاس صاف ستھری اور پاکیزہ دلیل نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ان کے مذاہب نہ عقل کے اعتبار سے صحیح ہیں اور نہ ہی روایات کے اعتبار سے۔ اس لئے مجبوراً انہیں اپنے باطل مذہب کو پھیلانے کے واسطے دولت وطاقت کا استعمال کرنا پڑتا ہے: اس کے برعکس مذہب اسلام سہل، آسان اور فطری مذہب ہے، لوگ اسے سمجھ کر اطمینان حاصل کرنے کے بعد ہی قبول کرتے ہیں اور مخالفت و آزمائش کے باوجود جمے رہتے ہیں۔

دنیا بھر میں موجود اسلام دشمن قوتیں اسلام اور مسلمانوں کو دبانے کی جتنی کوشش کررہے ہیں، اتنا ہی اسلام کے چاہنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ یورپ کے بعد روس جہاں پر عرصۂ دراز تک کمیونسٹوں کی حکومتوں نے مسلمانوں پر جینا حرام کیا، مسلمانوں کی عبادات پر پابندی لگائی، مساجد کو سینما ہال، دفاتر، میوزیم، عجائب گھروں میں تبدیل کردیا، وہاں اسلام کی روشن کرنوں سے ہر سو اجالا نظر آرہا ہے، نیز مسلمانوں کی بڑھتی تعداد کے باعث وہاں پر مساجد کی تعداد کم پڑ گئی ہے، دارالحکومت ماسکو میں سڑکوں پر لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو عید، بقرعید، جمعہ کی نماز پڑھنے کے مناظر انٹرنیٹ اور اخبارات کے ذریعے دیکھے جاسکتے ہیں۔ مساجد کی کمی کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں نے جب بھی مساجد تعمیر کرنے کی کوشش کی تو روسی حکومت نے انہیں روک دیا جس کا حل وہاں کے مسلمانوں نے موبائل مساجد یا مصلے کے طور پر نکال لیا۔ الغرض جہاں ایک طرف اسلام کی طرف مائل لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے وہیں خود مسلمانوں کے اندر بھی اسوہ حسنہ پر چلنے کی راہیں ہموار ہورہی ہیں۔

ایک امریکی ادارے کے مطابق ۲۰۳۰ء تک مسلمانون کی تعداد یورپ میں دو ارب ۲۰ کروڑ تک جاپہنچے گی، جرمنی کی حکومت (باقی صـ۱۴ پر)

لڑکی کو رشتہ کے انتخاب کا حق

تحریر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک اہم ترین نعمت اولاد ہے۔ اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں۔ اگر بچوں کی پیدائش کے وقت ان کی جسمانی کیفیت اور قویٰ کو دیکھا جائے تو اس لحاظ سے ان کی پرورش کوئی آسان بات نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں ان کے لیے محبت کا اتھاہ خزانہ رکھ دیا ہے، وہ خوبصورت ہوں یا بدصورت، خوش اخلاق ہوں یا بداخلاق، یہاں تک کہ والدین کے فرمانبردار ہوں یا نافرمان، ماں باپ ان سے محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہی محبت ان کی پرورش و پرداخت کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے کہ جو زیادہ کمزور ہوتا ہے، اس کی طرف والدین کی توجہ بڑھ جاتی ہے وہ صحت مند کے مقابلہ بیمار اور جوانی کی دہلیز پر پہنچی ہوئی، اولاد کے مقابلہ کم عمر، کمسن اور کم شعور بچوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ اسی اصول پر بیٹوں کے مقابلہ، بیٹیوں کے لیے بعض پہلوؤں سے ان کی فکر بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

اولاد کی فطرت میں بھی یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ ماں باپ کے جتنے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، اتنے ہی زیادہ اپنے والدین سے لگے چمٹے رہتے ہیں۔ شیر خوار بچہ غذا کھانے والے بچوں کے مقابلہ اور غذا لینے والے بچوں کے مقابلہ اور بڑے لڑکے اور لڑکیاں نسبتاً والدین کی دوری کو گوارا کر لیتے ہیں۔ یہی حال لڑکوں اور لڑکیوں کا ہے۔ لڑکوں پر والدین کی دوری اتنی شاق نہیں گزرتی، جتنی لڑکیوں پر، اسی لیے عام طور پر لڑکیوں میں اپنے ماں باپ سے تعلق، ان کی خدمت کا جذبہ اور ان کے لیے ایثار و محبت کسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ شادی کے بعد تو اس سلسلہ میں کافی فرق آجاتا ہے۔ بیٹوں کی توجہ بیوی اور بچوں کی طرف بڑھ جاتی ہے اور بعض اوقات والدین کی طرف کم ہو جاتی ہے، بیٹی اپنی سسرال میں اگرچہ بے بس ہوتی ہے لیکن والدین کی محبت اس کی ہمیشہ تڑپاتی اور بے قرار رکھتی ہے، اور وہ خود بھی اپنی مجبوری اور بے کسی کی وجہ سے ماں باپ کی زیادہ محبت اور توجہ کی محتاج ہوتی ہے اسی لیے اسلام نے بمقابلہ بیٹوں کے بیٹیوں کی محبت کے ساتھ پرورش اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی زیادہ تاکید کی ہے، بلکہ جو شخص محبت کے ساتھ اپنی بیٹی کی پرورش کرے اور بیٹے کو بیٹی پر ترجیح نہ دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جنت میں آپ کی رفاقت کی خوشخبری دی ہے۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۱۴۶)

مگر جب سماج میں بگاڑ آتا ہے تو عورتوں کے ساتھ خود اپنوں کی طرف سے بڑی زیادتی ہوتی ہے، یہ صورتِ حال آج بھی ہے اور پہلے بھی رہی ہے۔ خود ہمارے ملک میں برادرانِ وطن کا تصور تھا کہ عورت اپنی اصل کے اعتبار سے مرد کی ملکیت ہے، شادی سے پہلے وہ باپ کی ملکیت میں ہے اور باپ کو اختیار ہے کہ وہ جہاں اور جس سے چاہے اس کی شادی کردے۔ شادی کے بعد وہ شوہر کی ملکیت ہے اسی لیے ان کے یہاں شادی کو کنیادان کہا گیا، وہ باپ اور شوہر کی ملکیت سے اپنی مرضی سے آزاد نہیں ہوسکتی، چنانچہ ان کے یہاں طلاق کا تصور نہیں تھا، یہاں تک کہ ستی کی رسم قائم ہوئی۔ اسلام نے عورتوں کو عزت کا مقام دیا۔ ان کو قریب قریب مردوں کے برابر حقوق دیئے، والدین پر نہ صرف ان کی پرورش اور نگہداشت کی ذمہ داری رکھی، بلکہ مختلف مواقع پر فطری حالات کی رعایت کرتے ہوئے لڑکیوں کا زیادہ خیال رکھا۔

مگر افسوس کہ آج مسلم معاشرہ میں بھی لڑکیوں کے ساتھ بڑی ظلم و زیادتی ہوتی ہے، ان میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں، جن کا اثر لڑکی کی پوری زندگی پر پڑتا ہے۔ ایک: رشتہ نکاح میں لڑکیوں کی رضامندی اور خوشنودی کا لحاظ نہ کرنا، شرعاً جیسے لڑکے کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، اسی طرح لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا بھی نکاح نہیں ہوسکتا بلکہ لڑکوں سے بڑھ کر لڑکیوں کی رضامندی کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اگر رشتہ میں موافقت نہیں ہوئی تو لڑکا طلاق دے کر اپنا دامن چھڑا سکتا ہے، وہ جسمانی اعتبار سے بھی طاقتور اور کسب معاش کی جدوجہد کا اہل ہوتا ہے، لیکن لڑکی کے لیے شوہر سے علاحدگی حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا، وہ جسمانی طور پر بھی کمزور ہوتی ہے اور حفاظتی ضرورت نیز فطری عوارض کی وجہ سے کسب معاش کے میدان میں بھی مرد سے پیچھے ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ رشتہ کے انتخاب میں اس کی پسند کا خیال رکھا جائے۔

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اس کی پسند کے خلاف کردیا، انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپؐ نے اس رشتہ کو رد فرمایا۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۱۰۱) اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی پسند بیٹی پر تھوپ دے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر والد نے لڑکی کی ناپسندیدگی کے باوجود اس کا رشتہ طے کردیا تو لڑکی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے، نہ یہ بے حیائی ہے اور نہ بغاوت اور نہ والد کی حکم عدولی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طے فرمایا تو حضرت فاطمہؓ کی مرضی معلوم کی، پھر یہ قدم اُٹھایا، لیکن آج کل مزاج، معاشی صورتحال، معیارِ زندگی اور معیارِ تعلیم کا فرق کیے بغیر اور لڑکیوں سے ان کی مرضی معلوم کیے بغیر ان کا رشتہ طے کردیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتی اور ایک غیر شرعی عمل ہے۔

راقم الحروف کو بعض احباب کی خواہش پر دہلی میں ایک نکاح پڑھانے کا موقع ملا، عاقدین کا تعلق غالباً میوات سے تھا، میں نے خطبہ دینے سے پہلے لڑکی کے والد کو قریب بلایا اور ان سے دریافت کیا۔ کیا آپ نے نکاح کی اجازت لے لی؟ کہنے لگے: کیا مطلب؟ میں نے کہا: لڑکی سے اس رشتہ کے بارے میں پوچھ لیا ہے؟ کہنے لگے: میں اس کا باپ ہوں، میں اس سے پوچھوں گا اور اجازت لوں گا، ظاہر ہے اس طرح کی بات اس وقت پیش آتی ہے جب سماج میں اس طرح کا مزاج بنا ہوا ہو، اس لیے آج بھی دیہات اور قریہ جات میں بسنے والے بہت سے ناخواندہ اور کم پڑھے لکھے لوگ لڑکی سے اس کی پسند اور رضا معلوم کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے۔

اسی طرح اگر کسی لڑکی نے کسی خاص لڑکے سے نکاح کا رجحان ظاہر کردیا تو اس کو بہت ہی برا سمجھا جاتا ہے، گھر میں قیامت آجاتی ہے، ہر آدمی اس لڑکی کو لعنت ملامت کرتا ہے اور ہر طرف سے اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسنے لگتے ہیں۔ یہ بھی غیر اسلامی اور جاہلانہ طرزِ فکر ہے۔ بعض خواتین نے کسی خاص مرد سے نکاح کا ارادہ کیا، مگر ان کے اولیاء رکاوٹ بننے لگے تو قرآن نے اس طرزِ عمل کو منع فرمایا اور اولیاء کو صاف طور پر کہا گیا کہ انھیں اس میں رکاوٹ بننے کا کوئی حق نہیں ہے: ”فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن“ (بقرہ: ۲۳۲) متعدد صحابیات کے واقعات موجود ہیں کہ انھوں نے اپنی پسند سے اپنا نکاح کیا۔ خود اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنا سے آپ کے نکاح میں اُمّ المومنین ہی نے پیش قدمی فرمائی تھی اس لیے یہ ضروری ہے کہ نوجوان لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ان کو اپنے رشتہ کے سلسلے میں اولیاء کے مشورہ کو خصوصی اہمیت دینی چاہیے کیونکہ عموماً ان کا مشورہ محبت اور تجربہ پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جو رشتے اولیاء کو اعتماد میں لیے بغیر کیے جاتے ہیں اکثر ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں عقل کے بجائے جذبات اور مصلحت کے بجائے خواہشات کا زور ہوتا ہے، لیکن بہرحال یہ بات ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ شریعت نے بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو فیصلہ کرنے کا حق دیا ہے اور ان کے اولیاء کو صرف مشورہ دینے کا۔ جب کوئی رشتہ لڑکے یا لڑکی پر زور دستی تھوپ دیا جاتا ہے تو وہ اوّل دن سے ہی تلخیوں اور کڑواہٹوں کا شکار ہوتا ہے اور نکاح کا جو اصل مقصد ہے، پرسکون زندگی کا حصول لتسکنوا الیھا (روم: ۲۱) وہی فوت ہوجاتا ہے اس لیے اس سے بچنے کی ضرورت ہے بالخصوص موجودہ دور میں جبکہ تعلیم میں لڑکیاں لڑکوں پر سبقت حاصل کررہی ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوکر کامیابی کے ساتھ ملک و قوم کی خدمت کررہی ہیں تو ہرگز یہ رویہ درست نہیں ہوسکتا کہ ان کو اپنی ذات کے معاملہ میں فیصلہ کرنے سے محروم کردیا جائے۔

دوسرا اہم مسئلہ جو بیحد سنگین ہے اور جس کی وجہ سے بعض اوقات خودکشی جیسے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں، وہ ہے شادی کے بعد لڑکی کا اپنے میکے سے تعلق، یہ بات معاشرہ میں زبان زد ہوگئی ہے کہ جس گھر میں ڈولی جائے اس گھر سے ڈولا نکلے یعنی لڑکی جب اپنے سسرال جائے تو یہ سمجھ کر جائے کہ اسے پوری زندگی وہیں گزارنا ہے، یہ اس حد تک تو صحیح ہے کہ لڑکیوں کو تیار کیا جائے کہ زندگی میں سرد و گرم حالات آتے ہیں، ان کو برداشت کرکے رشتہ نکاح کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس پس منظر میں لڑکیوں کو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اب سسرال تمہارا اپنا گھر ہے اور میکہ پرایا، لیکن اس کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ لڑکیوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جاتی ہے کہ چاہے شوہر سے موافقت ہو یا نہ ہو، چاہے شوہر ظلم و زیادتی کا مرتکب ہو لیکن بہرحال رہنا اسی کے ساتھ ہے، جب ماں باپ اس طرح کی بات کہتے ہیں تو یہی بات لڑکی کے بھائی کے ذہن میں گھر کر جاتی ہے اور بیٹی کا اپنے میکے میں آنا بھاوجوں کے دل میں تو بہت ہی کھٹکنے لگتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کرتی ہیں جو کسی بن بلائے مہمان کے ساتھ ممکن ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے اپنے سسرال میں اس کا گزر نہ ہوسکے تو اس غریب پر قیامت آجاتی ہے حالانکہ ایسا صرف لڑکی کی بدمزاجی سے نہیں ہوتا ہے، لڑکے اور ان کے گھر والوں کی بداخلاقی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کو سسرال سے نکال دیا جاتا ہے، کبھی تو بچوں کا بوجھ بھی اس کے کاندھوں پر رکھ دیا جاتا ہے اور کبھی حد درجہ شقاوت کا اظہار کرتے ہوئے بچے بھی اس کی گود سے چھین لیے جاتے ہیں، اگر ان حالات میں میکہ بھی اس کے لیے پرایا گھر بن جائے تو وہ اپنے آپ کو بالکل بے سہارا محسوس کرتی ہے، یہ ایک بے حد تکلیف دہ صورتحال ہے جو سماج میں پیش آتی ہے۔ اگر شوہر نے دوسری شادی کرلی تو شادی تو وہ شریعت کا نام لے کر کرتا ہے لیکن دوسری شادی کے بعد اسلام میں عدل و انصاف کے جو احکام دیئے گئے ہیں اس کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ اگر شوہر نے یہ رویہ اختیار کیا یا طلاق دے دی یا خدانخواستہ اس کا انتقال ہوگیا تب بھی بعض اوقات عورتیں اسی صورتحال سے دوچار ہوتی ہیں۔

اگرچہ اس اس ظلم و زیادتی کے مختلف عوامل ہیں لیکن ایک اہم سبب یہ تصور کیا جاتا ہے کہ شادی ہوجانے کے بعد لڑکی کا اپنے میکے میں کوئی حق نہیں ہے، وہ اس کے لیے پرایا گھر ہے۔ ایسی بے سہارا لڑکیاں جب کوئی جائے پناہ نہیں پاتیں، نہ والدین ان کو قبول کرنے کو تیار ہیں نہ سسرال والے تو ان پر مختلف قسم کا ردّعمل ہوتا ہے۔ بعض لڑکیاں ڈپریشن کا شکار ہوکر دماغی عارضہ میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ بعض خودکشی کرلیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوچکی ہے۔ لڑکیوں کی خودکشی کے بہت سے واقعات اسی ڈپریشن کا نتیجہ ہیں، بعض اوقات کوئی راستہ نہ پاکر وہ گھر سے باہر نکل جاتی ہیں اور مستقل طور پر غلط راستے پر پڑ جاتی ہیں اور بعض اوقات کسی غیر مسلم کے ساتھ شادی رچالیتی ہیں۔ لوگ ایسی لڑکیوں کو لعنت ملامت کرتے ہیں لیکن ان واقعات کے پیچھے جو حالات کارفرما ہیں ان پر غور نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے ان کو تنبیہ نہیں کی جاتی۔

بنیادی طور پر یہ بات سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کہ لڑکی کا نکاح کے بعد بھی اپنے میکے اور والدین سے تعلق باقی رہتا ہے اور جیسے والدین کی املاک میں بیٹے کا (باقی صـ۱۴ پر)

باپ کے مال میں مقدار کے فرق کے ساتھ بیٹی کا بھی اسی طرح حق ہوتا ہے جیسے بیٹوں کا ہوتا ہے، اسی لیے اس کے ترکہ سے جو رشتہ دار کسی صورت محروم نہیں ہوسکتے وہ چھ ہیں۔ ان میں بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی۔ اگرچہ ترکہ کی تقسیم میں ترکہ کے مطالبہ کا حق مورث کی موت کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر کرے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی تو وہ شرعاً گناہگار ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے حصہ سے اس کو مرحوم کردیں گے۔

عالمی خبریں

افغانستان پر اتحادی امریکہ کی ساکھ پر سوال نہیں اُٹھا رہے ہیں: بائیڈن

امریکی صدر جو بائیڈن نے کہا ہے کہ اتحادی ممالک نے افغانستان سے انخلا پر امریکہ کی ساکھ پر کسی قسم کے سوالات نہیں اٹھائے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق صدر جو بائیڈن نے وائٹ ہاؤس میں خطاب کے دوران کہا کہ دنیا بھر میں اتحادی ممالک نے امریکہ کی ساکھ پر کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ صدر جو بائیڈن نے کہا کہ کابل سے شہریوں کے انخلا کے معاملے پر امریکہ نیٹو کے ساتھ آپریشنل کوارڈی نیشن کر رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ امریکہ اپنے اتحادی ممالک اور شراکت داروں کے لیے پروازوں میں سہولت فراہم کر رہا ہے۔ صدر بائیڈن نے وعدہ کیا کہ ہر اس امریکی کو افغانستان سے نکالا جائے گا جو وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ ان کے مطابق اب تک تیرہ ہزار امریکیوں کو واپس لایا گیا ہے۔ بائیڈن نے کہا کہ افغانستان کے ایشو کا حتمی نتیجہ کیا ہوگا اس حوالے سے وہ کوئی وعدہ نہیں کر سکتے۔ یہ لوگوں کو جہاز کے ذریعے نکالنے کا امریکہ کی تاریخ کا سب سے بڑا اور مشکل ترین آپریشن ہے۔

ٹارگٹ کلنگ کے بڑھتے واقعات سے افغان شہری خوفزدہ

طالبان کے کنٹرول والے علاقوں میں بڑھتے ٹارگٹ کلنگ کے واقعات سے یہ خوف بڑھ رہا ہے کہ طالبان اپنے گذشتہ دور حکمرانی کو دہرا رہے ہیں۔ امریکی نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹیڈ پریس کے مطابق اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ہزاروں لوگ افغانستان سے بھاگنے پر مجبور ہیں کابل ایئر پورٹ پر کئی روز سے لوگوں کا ہجوم دیکھا جا رہا ہے جبکہ دیگر لوگ طالبان کے اقتدار پر قبضے کے خلاف سڑکوں پر سراپا احتجاج ہیں۔ طالبان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے گذشتہ دور کے مقابلے میں زیادہ متعدل رویہ رکھیں گے، امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنائیں گے اور سب کو معاف کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ جمعہ کو طالبان نے مساجد کے اماموں سے اپیل کی کہ وہ لوگوں سے ملک نہ چھوڑنے کا کہیں اور متحد ہو جائیں تاہم بہت سارے افغان شہریوں کو شک ہے کہ طالبان گذشتہ ۲۰ برس میں حاصل ہونے والے فوائد کو ضائع کر دیں گے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ اس کے ریسرچرز نے غزنی صوبے میں عینی شاہدین سے بات کی جنھوں نے بتایا کہ گذشتہ ماہ کے پہلے ہفتے میں طالبان نے ہزارہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے نو افراد کو قتل کیا۔ ان کہنا ہے کہ چھ افراد کو گولیاں ماری گئیں، جبکہ تین کو تشدد کر کے مار دیا گیا۔

دیگر ممالک اپنی اقدار افغانستان پر مسلط نہ کریں: ولادیمیر پوتن

روس کے صدر ولادیمیر پوتن نے زور دیا ہے کہ دوسرے ممالک اپنی اقدار افغانستان پر مسلط نہ کریں۔ برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق روسی صدر نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے بیشتر افغانستان پر قبضہ کر لیا ہے۔ جرمن چانسلر انجیلا مرکل سے ملاقات کے بعد ولادیمیر پوتن پہلی مرتبہ طالبان کی جانب افغانستان پر قبضے کےحوالے سے بات کر رہے تھے۔ پوتن کا کہنا تھا کہ انہیں امید ہے کہ طالبان افغانستان میں امن و امان کے قیام کے حوالے سے اپنے وعدوں کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ یہ بہت اہم ہے کہ وہ افغانستان سے دہشت گردوں کو دوسرے ممالک میں گھسنے سے روکیں۔ انھوں نے بین الاقوامی برادری پر زور دیا کہ وہ افغانستان کو ناکامی سے بچائیں۔

محرم الحرام - نئے اسلامی ہجری سال کا آغاز

تحریر: مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ محرم الحرام سے ہجری سال کا آغاز اور ذی الحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دئے ہیں۔ اس ماہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب نے آکر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی) جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے ہی کیوں کی گئی؟ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ماہِ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ جواب سے پہلے چند ایسے امور کا ملاحظہ فرمائیں جن کے متعلق تقریباً تمام مؤرخین متفق ہیں:

(۱) ہجری سال کا استعمال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابۂ کرام کے مشورے کے بعد ۱۷ ہجری میں شروع ہوا۔

(۲) ہجری سال کے کیلنڈر کا افتتاح اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تھا، مگر تمام بارہ اسلامی مہینوں کے نام اور ان کی ترتیب نہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، بلکہ عرصۂ دراز سے چلی آرہی تھی اور ان بارہ مہینوں میں سے حرمت والے چار مہینوں (ذو القعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب) کی تحدید بھی زمانۂ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ (سورۃ التوبہ ۳۶)

(۳) اسلامی کیلنڈر (ہجری) کے افتتاح سے قبل عربوں میں مختلف واقعات سے سال کو موسوم کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے عربوں میں مختلف کیلنڈر رائج تھے اور ہر کیلنڈر کی ابتدا محرم الحرام سے ہی ہوتی تھی۔

اب جواب عرض ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب ایک نئے اسلامی کیلنڈر کو شروع کرنے کی بات آئی تو صحابۂ کرام نے اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا نبوت یا ہجرتِ مدینہ سے شروع کرنے کے مختلف مشورے دئے۔ آخر میں صحابۂ کرام کے مشورہ سے ہجرتِ مدینہ منورہ کے سال کو بنیاد بنا کر ایک نئے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا گیا۔ یعنی ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے تمام سالوں کو زیرو کر دیا گیا اور ہجرتِ مدینہ منورہ کے سال کو پہلا سال تسلیم کرلیا گیا۔ رہی مہینوں کی ترتیب تو اس کو عربوں میں رائج مختلف کیلنڈر کے مطابق رکھی گئی یعنی محرم الحرام سے سال کی ابتدا۔ غرض یہ ہے کہ عربوں میں محرم الحرام کا مہینہ قدیم زمانے سے سال کا پہلا ہی مہینہ رہتا تھا، لہٰذا اسلامی سال کو شروع کرتے وقت اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس طرح ہجرت مدینہ منورہ سے نیا اسلامی کیلنڈر تو شروع ہوگیا، مگر مہینوں کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

سورج کے نظام سے عیسوی کیلنڈر میں ۳۶۵ یا ۳۶۶ دن ہوتے ہیں، جبکہ ہجری کیلنڈر میں ۳۵۴ دن ہوتے ہیں۔ ہر کیلنڈر میں ۱۲ ہی مہینے ہوتے ہیں۔ ہجری کیلنڈر میں مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے جبکہ عیسوی کیلنڈر میں سات مہینہ ۳۱ دن کے، چار ماہ ۳۰ دن اور ایک ماہ ۲۸ یا ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند دونوں کا نظام اللہ ہی نے بنایا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں متعدد عبادتیں ہجری کیلنڈر سے مربوط ہیں۔ دونوں کیلنڈر میں ۱۰ یا ۱۱ روز کا فرق ہونے کی وجہ سے بعض مخصوص عبادتوں کا وقت ایک موسم سے دوسرے موسم میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہ موسموں کی تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ موسم کیسے تبدیل ہوجاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس پر غور وخوض کرنے کی دعوت دینی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کا حکم ہے جس نے متعدد موسم بنائے اور ہر موسم میں موسم کے اعتبار سے متعدد چیزیں بنائیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے۔ (سورۃ آل عمران ۱۹۰و۱۹۱)

ہم نئے ہجری سال کی آمد پر عزم مصمم کریں کہ زندگی کے جتنے ایام باقی بچے ہیں انشاء اللہ اپنے مولا کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ابھی ہم بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔ (مستدرک الحاکم ومصنف بن ابی شیبہ) اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مذکورہ سوالات کا جواب دیدے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصولِ مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔ علم پر کتنا عمل کیا؟ میرے عزیز بھائیو! ہمیں اپنی زندگی کا حساب اپنے خالق ومالک ورازق کو دینا ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جو پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پوری دنیا کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے۔

ہمیں گزشتہ ۳۵۴ دن کے چند اچھے دن اور کچھ تکلیف دہ لمحات یاد رہ گئے ہیں باقی ہم نے ۳۵۴ دن اس طرح بھلا دئے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ غرضیکہ ہماری قیمتی زندگی کے ۳۵۴ دن ایسے ہوگئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ ہمیں ہجری سال کے اختتام پر یہ محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہمارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں لکھی گئیں۔ کیا ہم نے امسال اپنے نامۂ اعمال میں ایسے نیک اعمال درج کرائے کہ کل قیامت کے دن ان کو دیکھ کر ہم خوش ہوں اور جو ہمارے لئے دنیا وآخرت میں نفع بخش بنیں؟ یا ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ایسے اعمال ہمارے نامہ اعمال میں درج ہوگئے جو ہماری دنیا وآخرت کی ناکامی کا ذریعہ بنیں گے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ امسال اللہ کی اطاعت میں بڑھوتری ہوئی یا کمی آئی؟ ہماری نمازیں، روزے اور صدقات وغیرہ صحیح طریقہ سے ادا ہوئے یا نہیں؟ ہماری نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوئیں یا پھر وہی طریقہ باقی رہا جو بچپن سے جاری ہے؟ روزوں کی وجہ سے ہمارے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوا یا صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنا؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھا یا نہیں؟ ہمارے معاملات میں تبدیلی آئی یا نہیں؟ ہمارے اخلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ بنے یا نہیں؟ جو علم ہم نے حاصل کیا تھا وہ دوسروں کو پہنچایا یا نہیں؟ ہم نے اپنے بچوں کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی کے لئے کچھ اقدامات بھی کئے یا صرف ان کی دنیاوی تعلیم اور ان کو دنیاوی سہولیات فراہم کرنے کی ہی فکر کرتے رہے؟ ہم نے امسال انسانوں کو ایذائیں پہنچائیں یا ان کی راحت رسانی کے انتظام کئے؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کی مدد بھی کی یا صرف تماشہ دیکھتے رہے؟ ہم نے قرآن کریم کے ہمارے اوپر جو حقوق ہیں وہ ادا بھی کئے یا نہیں؟ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یا نافرمانی؟ ہمارے پڑوسی ہماری تکلیفوں سے محفوظ رہے یا نہیں؟ ہم نے والدین، پڑوسی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کئے یا نہیں؟ □□

یومِ عاشورہ - کرنے کے اہم کام

محرم کے عمومی روزوں کے علاوہ عاشوراء کے دن خاص کر روزہ رکھنا اور اس کا اہتمام کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ”میں نے نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص دن روزہ کا اہتمام فرماتے ہوں اور اس کو کسی دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں سوائے اس ۱۰ محرم کے دن کے اور اس مہینہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کے۔“ (بخاری شریف)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ نفلی روزے رکھنے کے لیے افضل ترین مہینہ محرم ہے، اس میں عاشوراء اور اس کے علاوہ محرم کے دوسرے ایام کے روزے بھی داخل ہیں۔ (شرح مسلم للنووی) یہ فضیلت ماہِ محرم کے تمام روزوں کو شامل ہے، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو اس پورے مہینے کے روزے رکھیں یا اس کی ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھیں ورنہ نو، دس اور گیارہ کا، اور کم از کم نو دس یا دس گیارہ کا روزہ رکھیں۔ محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کہتے ہیں، اس دن روزہ رکھنے کے علاوہ اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے یا کسی بھی اعتبار سے وسعت وفراخی بھی روایات سے ثابت ہے جو اگرچہ فرض، واجب نہیں مگر مستحسن ہے کہ اس طرح کرلیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں وسعت وفراخی کرے گا اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر رزق میں وسعت فرمائے گا۔ (شعب الایمان بیہقی)

یومِ عاشورہ کی تاریخی اہمیت

مولانا ابوجندل قاسمی

یومِ عاشورہ بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل دن ہے۔ تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ:

- یومِ عاشورہ میں ہی آسمان وزمین، قلم اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔
- اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
- اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا۔
- اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہوکر کوہِ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔
- اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ”خلیل اللہ“ بنایا گیا اور ان پر آگ گل گلزار ہوئی۔
- اسی دن حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش ہوئی۔
- اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔
- اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔
- اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات حاصل ہوئی۔
- اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔
- اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت واپس ملی۔
- اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفا نصیب ہوئی۔
- اسی دن حضرت یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔
- اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔
- اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔
- اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اُٹھایا گیا۔
- اسی دن دُنیا میں پہلی بارانِ رحمت نازل ہوئی۔
- اسی دن قریش خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔
- اسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح فرمایا۔
- اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشۂ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو میدانِ کربلا میں شہید کیا گیا۔
- اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ (نزہتہ المجالس، ۱/ ۳۴۷-۳۴۸، معارف القرآن، پ ۱۱، آیت ۹۸)

بچّوں کا گوشہ
کوے کو ماں کی نصیحت (۱)

ذرا دیکھنا دیوار پر کون جانور بیٹھا کائیں کائیں کر رہا ہے؟ صورت دیکھو کیسی کالی کلوٹی ہے، یہ کوا ہے۔ کوا ہر وقت تاک میں رہتا ہے کہ ذرا گھر والے غافل ہوں تو کھانے کی چیزیں لے اُڑے۔

جس طرح لڑائی میں دشمن کمزور اور خالی جگہ پر حملہ کرتا ہے، کوا بھی بے پروا اور غافل بیویوں کے گھروں پر جو دن چڑھے تک سوتی رہتی ہیں اور دودھ دہی گوشت کھلا چھوڑ دیتی ہیں، حملہ کر دیتا ہے۔

جب کبھی کوا گوشت کی بوٹی لے کر نوچتا ہے اور دیوار پر بیٹھ کر کھاتا ہے اور پھوہڑ بیوی کوے کو کوستی رہے تو بڑا لطف آتا ہے۔ بیوی کہتی ہیں خدا کرے کوے تُو مر ہی جائے، موئے کالے کلوٹے۔ موذی کوؤں اور کتوں نے ہمارا ہی گھر دیکھ لیا ہے اور کوا اپنی گول گول آنکھیں اُٹھا کر اور بیوی کو دیکھ دیکھ کر بوٹی پر چونچ مارتا اور نوچ کر کھاتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس کا فوٹو لے لیا جائے۔ کوا بڑا سیانا اور چالاک جانور ہے، کبھی اینٹ پتھر کی مار نہیں کھاتا۔ (جاری)

گوشۂ خواتین
بہادر عورتیں (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ والوں میں مدتوں لڑائی رہی۔ ان ہی لڑائیوں میں ایک اُحد کی لڑائی ہے۔ اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہی اُحد کی لڑائی ہے جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک اور نیچے کا ہونٹ زخمی ہوگیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہوگئے تھے۔ اس لڑائی میں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا میدانِ جنگ کی دیکھ بھال کرتی تھیں، کمر پر مشکیزہ تھا، پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں، پانی ختم ہوجاتا تو دوڑ کر مشکیزہ بھر لاتیں، اُن کے پائینچے چڑھے ہوئے تھے اور سپاہیوں کی طرح دوڑتی پھرتی تھیں۔ میدانِ جنگ میں جہاں تلواریں چمکتی ہیں، تیر چلتے ہیں، جانا آسان نہیں ہے مگر نہ انھیں خوف تھا نہ تھکن تھی۔ ایک دوسری خاتون تھیں، اُن کا نام اُمّ سلیم تھا، یہ بھی زخمیوں کو پانی پلاتی پھرتی تھیں۔ ایک خاتون نے تو یہ کمال کیا کہ جب دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نرغہ کیا تو دوڑ کر رسول اللہ کو اپنی آڑ میں لے لیا کہ تلوار لگے تو میرے لگے، تیر لگے تو میرے لگے۔ رسول اللہ کو صدمہ نہ پہنچے۔ (جاری)

صفحہ تحفظ ختم نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی کی مراقی نبوت کے خدوخال ۶

حضرت مریم علیہا السلام عصمت مآب خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے بطن سے پیدا کیا یعنی ولادت عورت سے ہوئی نہ کہ مرد نے بچہ جنا، یہ تو مرزا صاحب ہی کا مراق ہے کہ پہلے عورت بنے اور وضع حمل ہوا تو مرد بن گئے۔ آخر مراق اسی کو تو کہتے ہیں۔ اسی مراق ہی کے تو ثبوت ہم پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور اس پر حیرت کا اظہار بھی کہ مراقی نبوت کے پیروکاروں کو ہم کیا کہیں؟ اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں جی چاہے ان کو بھی مراقی کہیں یا دولت کے دیوانے، سرپٹ بھاگے چلے جارہے ہیں کہ دولت ہی دین ہے۔ ورنہ مراق مالیخولیا تو اتنا ظاہر ہے کہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔

اس مضحکہ خیز غیر فطری الہام و مراق کے بعد ایسا خبط بھی نظر آتا ہے جو دیوانوں اور خبطیوں

”چونکہ حضور (مرزا صاحب) کی توجہ دنیاوی امور کی طرف نہیں ہوا کرتی تھی اس لیے آپ کی واسکٹ کے بٹن ہمیشہ اپنے چاکوں سے جدا ہی رہتے تھے اور اسی وجہ سے اکثر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سے شکایت فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بٹن تو بہت جلدی ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔“

میں عام ہے۔ چاک گریبانی تو دیوانگی کی علامت ہی ہے۔ مرزا صاحب بھی چاک گریباں رہتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے:

”چونکہ حضور (مرزا صاحب) کی توجہ دنیاوی امور کی طرف نہیں ہوا کرتی تھی اس لیے آپ کی واسکٹ کے بٹن ہمیشہ اپنے چاکوں سے جدا ہی رہتے تھے اور اسی وجہ سے اکثر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سے شکایت فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بٹن تو بہت جلدی ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔“ (اخبار الحکم قادیان، ج ۳۸، نمبر ۶، مورخہ ۲۱/ فروری ۱۹۳۵ء ملخص سیرۃ المہدی، ص ۱۲۸-۱۲۹، روایت نمبر ۴۴۴)

الٹے سیدھے بٹن

آپ ہی بتائیں کہ الٹے سیدھے بٹن کون لگاتا ہے؟ جو بٹن جہاں چاہا لگا دیا، اس کی تمیز نہیں کہ بٹن اور کاج میں موافقت ہے یا نہیں؟ ہم نے تو یہ حال سڑکوں پر چلتے پھرتے دیوانوں کا دیکھا ہے۔ لیکن وہ تو پاگل ہیں ہی۔ لیکن مرزا صاحب کو آپ کس خانہ میں رکھیں گے؟ خیر آگے بڑھئے اور مراق کی یہ شکل بھی دیکھ لیجئے:

”شیخ رحمت اللہ صاحب یا دیگر احباب اچھے اچھے کپڑے کے کوٹ بنوا کر لایا کرتے تھے، حضور کبھی تیل سر مبارک میں لگاتے تو تیل والا ہاتھ سر مبارک اور داڑھی مبارک سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا جس سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے۔“ (حوالہ بالا)

مرزا صاحب کا مراق جب ایک ثابت شدہ حقیقت ہے تو اس طرح کی حرکتیں ناگزیر ہیں۔ مراقی آدمی کو کیا خبر کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی عقیدت بھی عجوبہ سے کم نہیں ہے۔ کوئی دیوانہ ننگ دھڑنگ ہے تو وہ ”برہنہ پیر“ ہوگیا، مرد تو مرد عورتیں بھی ان دیوانوں سے عقیدت کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کو خدا رسیدہ سمجھ کر اپنی حاجتیں پیش کرتی ہیں۔ اس طرح کے برہنہ لوگوں کے سامنے عقیدتمندانہ حاضری کا منظر کئی مقامات پر سامنے آیا۔ کانپور میں دیکھا کہ ایک بھاری بھرکم آدمی مادر زاد برہنہ سڑک کے کنارے بیٹھا ہے۔ عقیدتمندوں کا ہجوم ہے۔ کوئی اشیاء خوردنوش پیش کر رہا ہے تو کوئی اپنی حاجتیں بیان کر رہا ہے۔ کسی کسی کو بوسہ لیتے اور اور سر پر ہاتھ رکھواتے بھی دیکھا۔ اس میں قصور اس برہنہ دیوانے کا کچھ بھی نہیں وہ تو مرفوع القلم ہے ہی۔ یہ جو عقیدتمند پروانے نثار ہو رہے تھے ان کو کیا کہئے؟ اسی طرح مرزا صاحب جو مراقی اور مالیخولیائی تھے۔ اس کے عقیدتمندوں اور مراقی نوبت کو خدائی نبوت ماننے والوں کو کیا کہا جائے؟ اسی کا نام ہے اندھی عقیدت بھلا جس شخص نے مرد ہو کر زنانہ لباس پہنا ہوا اور اس کو پسند بھی کیا ہو، ایسی شخص کو مراق نہیں تو کیا ہے۔ غرارہ، مرزا صاحب کا پسندیدہ لباس تھا، ہوسکتا ہے کہ غرارہ زمانہ حمل میں پہنا ہو اور وضع عمل کے بعد جب انھوں نے خود کو مرد سمجھا ہو تو غرارہ پہننا چھوڑ دیا ہو۔ اس کی تفصیل ان کے صاحبزدے کے الفاظ میں پڑھئے:

”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود اوائل میں غرارے استعمال فرمایا کرتے تھے۔ پھر میں نے کہہ کر وہ ترک کروادیئے۔ اس کے بعد آپ معمولی پاجامے استعمال کرنے لگ گئے، خاکسار عرض کرتا ہے کہ

تحریر: مولانا عبدالحفیظ رحمانی

غرارہ بہت کھلے پائینچے کے پائجامہ کو کہتے ہیں۔ پہلے اس کا ہندوستان میں بہت رواج تھا اب بہت کم ہوگیا ہے۔“ (سیرۃ المہدی جلد اوّل، ۶۶۔ از مرزا بشیر احمد)

دیکھا آپ نے غرارہ میں ملبوس مرزا صاحب کو؟ افسوس اس کا ہے کہ لائق فرزند نے غرارہ کے رنگ کی کوئی تفصیل نہیں بتائی اور نہ ہی مرزا کی اہلیہ محترمہ نے اس طرف توجہ کی البتہ غرارہ ترک کروادیا۔ یعنی مرزا کو غرارہ پسند تھا اور بیوی نے ضد نہ کی ہوتی تو غرارہ نہ جانے کب تک پہنتے؟ اللہ جانے مرزا کی بیوی غرارہ پہنتی تھی یا نہیں؟ اندازہ تو یہی ہے کہ مرزا صاحب میں غرارہ کا شوق بیوی کا غرارہ دیکھ ہوا ہوگا اور ”ٹانک وائن“ کا لطف بھی اسی وقت آیا ہوگا، ”ٹانک واٹن“ ایک ولایتی شراب کا نام تھا، یہ شراب لاہور ہائی کورٹ کے سامنے ایک دوکان پر دستیاب تھی، مرزا نے اس شراب کی فرمائش اپنے دوست سے ان الفاظ میں کی ہے:

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خریدیں اور ایک بوتل ”ٹانک وائن“ کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہٗ

(خطوط امام بنام غلام، ص ۵، از حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

مرزا کی شراب نوشی

مراقی نبوت کے لیے شراب ضروری رہی ہوگی وہ بھی ولایتی تاکہ مراق میں اضافہ ہوجائے اور شراب کے نشہ میں چودہ طبق روشن ہوجائیں غالباً اسی مستی میں مراق سے بدحواس کاج الٹے سیدھے لگا لیتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے یہ روداد:

”بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔“ (سیرۃ المہدی جلد دوئم، ص ۱۲۶، از مرزا بشیر احمد قادیانی)

غالباً شراب کا نشہ جب زیادہ تیز ہوجاتا تھا تو بحر عشق و محبت میں ڈوب کر عشقیہ اشعار کہتے تھے اور کیا کچھ کرتے ہوں گے سیرت نگار نے کچھ اشارہ نہیں کیا، ورنہ شراب کے لوازم میں عورت بھی ہے۔ البتہ اس کی وضاحتیں تو جگہ جگہ ملتی ہیں کہ مرزا صاحب نامحروم عورتوں سے تنہائی میں خدمت لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ تفصیل ذرا دیر میں، پہلے عشقیہ اشعار کی داد دیجئے:

عشقیہ اشعار

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا میرے دل، ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بیٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئیے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہوگئی خلقت خدا کی
نہیں منظور تھی گر تم کو الفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دل سوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

(سیرۃ المہدی جلد اوّل، ۲۳۲-۲۳۳، از مرزا بشیر احمد قادیانی)

یہ ہیں مراقی نبی کے عاشقانہ اشعار جو ٹانک وائن کی مستی میں کہے گئے ہیں۔ شاعری اور نبوت، وہ بھی عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی۔ صرف مراقی نبوت ہی سہار سکتی ہے۔ نہ جانے کتنی محمدی بیگم مراق و مالیخولیا کے دوروں میں آتی رہی ہوں گے؟ اور افیون کے نشہ میں مرزا اپنے ہی گلے میں باہیں ڈال کر چومتے رہے ہوں گے۔ آپ چونکیں نہیں اور نہ حیرت میں پڑیں، مرزا صاحب بچپن ہی سے افیون کے عادی تھے اور اسی کو اپنی بیماریوں کا علاج باور کراتے تھے۔ افیون سے مراقی نبوت میں بھی مدد ملتی رہی ہوگی۔ افیون کی پنک میں افیونیوں کی حرکتیں بھی خاصی دلچسپ اور مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔ ایک افیونی بیت الخلا گیا، لوٹا ٹپکتا تھا، جب تک یہ ضرورت سے فارغ ہوا تو لوٹا بھی خالی ہو چکا تھا، یہ پنک میں بیت الخلا سے یہ کہتا ہوا باہر آ گیا کہ کم بخت لوٹے کو بھی میرے ساتھ فراغت کی ضرورت پیش آ گئی۔ آئندہ پہلے ہی آبدست لے لوں گا پھر قضائے حاجت۔

مرزا افیون کھاتے تھے

بہرحال افیون اور مراق کے کرشمے کچھ بھی ہوں، مرزا صاحب مراقی بھی تھے اور افیونی بھی، حرکتیں تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں، ابھی بہت کچھ دیکھیں گے لیکن پہلے افیون کا ثبوت ملاحظہ فرما لیجئے: خیر سے مرزا صاحب کے استاذ بھی افیونی تھے۔ تو پہلے استاذ ہی کو دیکھ لیں:

”آپ فرمایا کرتے تھے میرا ایک استاذ تھا

مراقی نبوت کے لیے شراب ضروری رہی ہوگی وہ بھی ولایتی تاکہ مراق میں اضافہ ہوجائے، ملاحظہ فرمائیے یہ روداد: ”بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔“

جو افیم کھایا کرتا تھا اور حقہ لے کر بیٹھا رہتا تھا، کئی دفعہ پینک میں اس سے اس کے حقہ کی چلم ٹوٹ جاتی۔“ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ارشاد مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۶ نمبر ۱۳، ص ۸، مورخہ ۵/ فروری ۱۹۲۹ء)

شاگرد پر استاذ کا تھوڑا بہت اثر تو پڑتا ہی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے افیونی استاذ کا اثر قبول کیا اور افیون کھانے کی ترکیبیں بھی نکال لیں۔ پھر کیا تھا خود افیونی بنے اور اپنے یاران میکدہ کو بھی اس کا عادی بنایا، افیون کے فوائد بتائے۔ یہاں تک کہ افیون کو نصف مطب کہنے میں بھی دریغ نہ کیا اور بلاتکلف افیون کو جائز ٹھہرا لیا، اسی پر کیوں سر کھپایئے، شراب کا بیان تو ابھی گزرا ہے۔ البتہ ابھی شراب کا لازمہ زن پردہ میں ہے۔ یہ پردہ بھی ذرا دیر میں ہٹ جائے گا۔ پہلے مرزا کی افیم۔ (جاری)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاءاللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

سیاسی پارٹیاں اپنے منتخب امیدواروں کا مجرمانہ ریکارڈ عام کریں: عدالت عظمیٰ

سپریم کورٹ آف انڈیا نے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو حکم دیا ہے کہ انتخابات میں اپنے امیدواروں کے منتخب ہونے کے ۴۸ گھنٹے کے اندر ان کے مجرمانہ ریکارڈ کو عام کریں۔ اسے ملک میں سیاست کو جرائم سے پاک کرنے کی سمت ایک اہم قدم قرار دیا جارہا ہے۔ سپریم کورٹ نے ۱۰؍اگست کو ایک اہم فیصلے میں کہا کہ تمام سیاسی جماعتوں کو انتخابات میں کامیاب ہونے والے اپنے امیدواروں کے مجرمانہ ریکارڈ کو انتخابی نتائج کے اعلان کے ۴۸ گھنٹے کے اندر اخبارات میں شائع کرانا ہوں گے۔ مجرمانہ ریکارڈ کی تفصیلات کم ازکم دو اخبارات میں شائع کرائی جائیں اور اس کے بارے میں الیکشن کمیشن آف انڈیا کو ۷۲ گھنٹے کے اندر مطلع کیا جائے۔ عدالت عظمیٰ نے یہ بھی کہا کہ سیاسی جماعتوں کو اس بات کی بھی وضاحت کرنا ہوگی کہ انھوں نے مجرمانہ کیس والے امیدواروں کو ہی ٹکٹ کیوں دیا تھا اور ایسے افراد کے خلاف درج تمام مقدمات کی تفصیلات پارٹی کی ویب سائٹ پر بھی شائع کرنا ہوں گی اور انھیں منتخب کرنے کے اسباب بھی بتانا ہوں گے۔ سپریم کورٹ نے ریاستی حکومتوں کی طرف سے اپنے اختیارات کے غلط استعمال پر قدغن لگانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے حکم میں کہا کہ ریاستی حکومتوں کو کسی بھی رکن پارلیمنٹ کے خلاف درج مجرمانہ کیس کو واپس لینے سے قبل ہائی کورٹ سے منظوری لینا ہوگی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اتر پردیش کی یوگی آدتیہ ناتھ حکومت نے یوگی آدتیہ ناتھ کے وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد ان کے خلاف عائد متعدد مقدمات واپس لے لیے تھے جس میں فرقوں کے درمیان مذہبی منافرت پھیلانے جیسے سنگین کیس بھی شامل تھے۔ ریاستی حکومت نے ریاست کے دیگر کئی وزراء کے خلاف عائد مقدمات بھی واپس لینے کا اعلان کیا تھا۔ سپریم کورٹ دراصل ایک درخواست گزار کی طرف سے توہین عدالت کے سلسلے میں دائر کیس کی سماعت کررہی تھی۔ سپریم کورٹ نے گزشتہ برس فروری میں اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ نومبر ۲۰۱۹ء میں بہار اسمبلی انتخابات میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو اپنی تمام تفصیلات انتخابی نتائج کے اعلان کے ۴۸ گھنٹے کے اندر یا پھر کاغدات نامزدگی داخل کرنے کی ابتدائی تاریخ سے کم ازکم دو ہفتے کے اندر حکومتی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنا ہوگا۔ عدالت نے اس وقت کہا تھا کہ اگر سیاسی جماعتوں نے اپنے امیدواروں کے مجرمانہ بیک گراونڈ کی تفصیلات اپ لوڈ نہیں کیں تو ان کے انتخابی نشان معطل کردیئے جائیں۔ سیاسی جماعتوں نے تاہم سپریم کورٹ کے حکم پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جس کے بعد ان کے خلاف ایک درخواست گزار نے توہین عدالت کا مقدمہ دائر کردیا۔ بائیں بازو کی جماعت سی پی آئی (ایم) اور نیشنلسٹ کانگریس پارٹی نے بہار اسمبلی انتخابات میں اپنے امیدواروں کے مجرمانہ بیک گراونڈ شائع نہ کرنے کے لیے سپریم کورٹ سے غیر مشروط معافی طلب کی۔ دوسری طرف الیکشن کمیشن نے عدالت کو بتایا کہ سپریم کورٹ کے حکم کے مطابق ان جماعتوں کے انتخابی نشانات کو معطل کردیا جائے گا۔ سپریم کورٹ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ سیاست میں مجرموں کی بڑھتی ہوئی تعداد تشویشناک ہے۔

جسٹس آر ایف نریمن نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ ایسا لگتا ہے کہ پچھلے چار عام انتخابات کے دوران سیاست میں جرائم کے واقعات میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں پارلیمنٹ کے ۲۴ فیصد اراکین کے خلاف جرائم کے کیس تھے، ۲۰۰۹ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۳۰ فیصد، ۲۰۱۴ء میں ۳۴ فیصد، اور ۲۰۱۹ء میں ۴۳ فیصد ہوگئی۔

سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس مدن بی لوکور کا کہنا ہے کہ انھیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا سیاسی جماعتیں سیاست کو جرائم سے پاک کرنے میں کوئی مدد نہیں کریں گی اس لیے الیکشن کمیشن اور عدلیہ کو ہی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ الیکشن کمیشن کے پاس آئینی لحاظ سے بھی کافی وسیع اختیارات موجود ہیں۔ دوسری طرف قانونی امور کی تحقیقات سے متعلق ایک تھنک ٹینک کے بانی آلوک پرسنا کا کہنا ہے کہ دراصل ووٹروں کا ایک طبقہ مجرمانہ بیک گراونڈ رکھنے والے امیدواروں کو ووٹ دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا۔ ملک میں عدالتی اور پولیس اصلاحات کے بغیر انتخابی اصلاح کا کوئی تصور نہیں ہے۔ سیاست کو جرائم سے پاک کرنے کیلئے کوشاں ایک غیر سرکاری تنظیم ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفامز (اے ڈی آر) نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ جولائی میں مودی کابینہ میں تبدیلی کے بعد موجودہ ۷۸ وزراء میں سے ۳۳ یعنی ۴۲ فیصد نے اپنے خلاف مجرمانہ ریکارڈ درج ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ان میں چار کے خلاف اقدام قتل اور ۲۴ کے خلاف قتل اور لوٹ مار جیسے سنگین جرائم کے تحت کیس درج ہیں۔ □□

کانگریس - کیا راہل اور پرینکا اس کی حالت بدل سکیں گے؟

۲۰۲۴ء سے قبل کانگریس میں بہت کچھ بدلنے والا ہے اور اس تبدیلی کی شروعات ہوچکی ہے۔ کانگریس کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ماہرین کا خیال ہے کہ اس سے زیادہ برے حالات نہیں ہوسکتے، ہوسکتا ہے کہ اگلے انتخابات میں پارٹی ڈوبنے کی بجائے تیرتی ہوئی نظر آئے کیونکہ کانگریس میں بہت کچھ بدل رہا ہے۔ پنجاب میں آخرکار نوجوت سنگھ سدھو کو ریاستی کانگریس کے عہدے پر بٹھا دیا گیا۔ اس تقریب میں وزیر اعلیٰ پنجاب کیپٹن امریندر سنگھ بھی موجود تھے۔ اس سے قبل کیپٹن کے گھر پر چائے کی دعوت رکھی گئی تھی جس میں سدھو بھی تمام ایم ایل اے، ممبرانِ پارلیمنٹ اور کانگریس کے سینئر قائدین کے ساتھ موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ 'انت بھلا تو سب بھلا' لیکن سدھو کا پنجاب میں ریاستی کانگریس کا صدر بننا پارٹی کی اندرونی رسہ کشی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ سدھو کو کانگریس کا صدر بنانے کے پیچھے پرینکا گاندھی کا ہاتھ ہے۔ وہ کیپٹن کی تمام کوششوں کو نظرانداز کرتے ہوئے سدھو کے شانہ بشانہ کھڑی رہیں۔

وہیں سدھو جو تیرہ برسوں تک بی جے پی میں رہے، کانگریس میں شامل ہونا کیا پارٹی میں تبدیلی کی علامت ہے، بھلے کسی کو برا نہ لگے لیکن کیا آپ تصور کرسکتے ہیں کہ امریکہ میں کوئی بھی ڈیموکریٹک کسی بھی وقت ریپبلکن بن سکتا ہے یا انگلینڈ میں کنزرویٹوز کو چھوڑنے والا کوئی بھی لیبر پارٹی میں جائے۔ خیر، اب یہ کانگریس میں بھی ہورہا ہے جیسے جیوتر ادتیہ سندھیا اب بی جے پی میں وزیر بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح سدھو کانگریس میں ریاستی صدر ہیں۔ صرف یہی نہیں مہاراشٹر میں بی جے پی کے رکن پارلیمنٹ کے عہدے سے استعفیٰ دے کر کانگریس میں شامل ہونے والے نانا پٹولے کو مہاراشٹر کانگریس کا صدر بنادیا گیا ہے جو اکثر اس طرح کے بیانات دیتے رہتے ہیں کہ مہاراشٹر میں ترقی کی رفتار کم نہیں ہونی چاہیے۔ اب لگتا ہے وہ ادھو حکومت میں وزیر بننا چاہتے ہیں یعنی کانگریس میں بہت کچھ بدل رہا ہے۔ یہ سونیا گاندھی اور ان کے سیاسی سیکریٹری مرحوم احمد پٹیل سے مختلف ہے، جہاں پرانے لوگوں کو بھی کسی نہ کسی طرح پارٹی میں رکھا گیا تھا۔ اب راہل گاندھی بھی صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ آر ایس ایس کے نظریہ کے حامی ہیں وہ کانگریس کو چھوڑ کر جاسکتے ہیں اور جو آر ایس ایس سے لڑنا چاہتے ہیں وہ ہمارے ساتھ شامل ہوسکتے ہیں۔ جانے والوں میں وہ جیوتر ادتیہ سندھیا اور جتن پرساد کی طرف اور آنے والوں میں پرشانت کشور کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ اب ایک بار پھر پنجاب کا رُخ کرتے ہیں۔ پنجاب میں جو کچھ ہوا وہ شروعات ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اشوک گہلوت اگلا نشانہ ہوسکتے ہیں کیونکہ سچن پائلٹ بار بار کہہ رہے ہیں کہ ان سے کیا گیا وعدہ پورا کرنے کا وقت آگیا ہے۔ کیرالہ میں ایک طرف چناتھلا اپنی دعویداری مضبوط کرتے جارہے ہیں کیونکہ راہل گاندھی وہاں سے رکن اسمبلی بھی ہیں، دوسری جانب کرناٹک اور گوا میں بھی کئی رہنماؤں کو دہلی بلایا گیا ہے اور راہل گاندھی نے خود ان لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ دوسری طرف اتراکھنڈ میں جہاں اگلے سال انتخابات ہونے والے ہیں، گنیش گوڈیال کو ریاستی صدر بنادیا گیا ہے جو برہمن ہیں اور نوجوان ہیں اور نوجوانوں میں ان کی امیج کافی اچھی ہے۔ کیا یہ سب دہلی میں بیٹھے ان رہنماؤں کے لیے اشارہ ہے جو جی ۲۳ کے ممبران ہیں اور جنھوں نے کانگریس کی قیادت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے خط لکھا تھا۔ کیا یہ غلام نبی آزاد، آنند شرما اور کپل سبل جیسے قائدین کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے؟ خود کپل سبل نے ایک انٹرویو کے دوران جب پنجاب سے متعلق ان سے سوال کیا گیا تھا تب انھوں نے کہا تھا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھ سے کون پوچھتا ہے۔

کانگریس میں بہت کچھ بدل رہا ہے۔ یہ سونیا گاندھی اور ان کے سیاسی سیکریٹری مرحوم احمد پٹیل سے مختلف ہے، جہاں پرانے لوگوں کو بھی کسی نہ کسی طرح پارٹی میں رکھا گیا تھا۔ اب راہل گاندھی بھی صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ آر ایس ایس کے نظریہ کے حامی ہیں وہ کانگریس کو چھوڑ کر جاسکتے ہیں اور جو آر ایس ایس سے لڑنا چاہتے ہیں وہ ہمارے ساتھ شامل ہوسکتے ہیں۔

اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کانگریس میں کیا کچھ ہورہا ہے۔ گزشتہ دنوں انتخابی حکمت عملی ساز پرشانت کشور نے گاندھی خاندان سے ملاقات کی تھی اور اب یہ کہا جارہا ہے کہ پی کے جلد کانگریس میں شامل ہوسکتے ہیں اور انھیں جنرل سکریٹری بنایا جاسکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کانگریس بدل رہی ہے۔ راہل اور پرینکا فیصلے لے رہے ہیں اور جنھیں سونیا گاندھی کی حمایت حاصل ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بات کبھی ٹالتی نہیں ہیں ورنہ وہ ۲۰۰۴ء میں ملک کی وزیراعظم بن سکتی تھیں لیکن انھوں نے راہل اور پرینکا کے کہنے پر اس عہدے کو ٹھکرادیا تھا۔ فی الحال پرینکا اتر پردیش کی ذمہ داری سنبھال رہی ہیں لیکن ان کی نگاہ دہلی کی سیاست پر بھی ہے اور راہل اور پرینکا ہی سارے فیصلے لے رہے ہیں۔ یعنی ۲۰۲۴ء سے قبل کانگریس میں تبدیلی کا آغاز ہوچکا ہے اور عین ممکن ہے کہ اگلے لوک سبھا انتخابات تک پارٹی میں بہت کچھ بدلتا ہوا نظر آئے۔ □□

تجزیہ

عارف عزیز، بھوپال

ہندوستان میں اردو صحافت کے کارنامے اور چیلنج

پرانے زمانہ میں شعر وادب کے وسیلہ سے حالاتِ حاضرہ کی سرگرمیوں کو محفوظ کیا جاتا تھا، وسو سال سے پہلے ہندوستان میں اردو صحافت کا آغاز ہوا تو یہ کام اخبارات کے ذریعہ ہونے لگا اور بیسویں صدی کے آخر میں اس کی جگہ الیکٹرانک میڈیا نے لے لی، لیکن الیکٹرانک میڈیا کا حلقہ اثر بڑھنے کے باوجود اخبارات یعنی پرنٹ میڈیا کی اہمیت آج بھی مسلم ہے، بالخصوص ہندوستان میں جہاں انگریزی، ہندی، بنگلہ اور تمل صحافت کا اہم حصہ ہے وہیں اردو صحافت نے بھی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں تاہم یہ صحیح ہے کہ اردو صحافت کا جو اثر ورسوخ آزادی سے قبل اور اس کے بعد قائم تھا، آج اس میں کافی کمی آگئی ہے۔ جس کیلئے اپنے اور پرائے دونوں ذمہ دار ہیں۔ جہاں حکومتوں نے اردو زبان کی بیخ کنی کو اپنا مقصد عین بنایا وہیں اردو حلقوں نے بھی اپنی زبان وتہذیب سے بے اعتنائی برتی اور نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ شمالی ہند جہاں کبھی اردو صحافت کی بہار آئی ہوئی تھی آج خزاں رسیدہ نظر آتی ہے، اردو کے بڑے اخبارات بند ہوگئے جو باقی ہیں وہ بھی اپنے وجود کے لئے جدوجہد کررہے ہیں، اس کی ایک وجہ تو ہندوستان کی تقسیم اور اس کی ذمہ داری اردو زبان پر ڈالنے کی فرسودہ ذہنیت ہے، جس نے زبان کو کافی نقصان پہونچایا، دوسرے خود اہل اردو کی تساہلی اور غیر ذمہ داری ہے جس کے اثرات دوسرے شعبوں کی طرح اردو صحافت پر بھی مرتب ہورہے ہیں، پھر بھی حیدرآباد، ممبئی، بنگلور، دہلی اور کلکتہ کے اردو اخبارات دیکھ کر مایوسی وبے کیفی کی یہ فضا کافی چھٹ جاتی ہے اور یہ امید بندھتی ہے کہ اردو صحافت نے لیتھو کے دور سے روٹری کے عہد میں جس طرح قدم رکھا یا کتابت سے پیچھا چھڑا کر کمپیوٹر کے دور میں آج سانس لے رہی ہے، اسی طرح اس کا موجودہ حال بھی تبدیل ہوگا کوئی ۲۵ سال پہلے مرکزی وزیر کی حیثیت سے مادھو راؤ سندھیا نے صحافت کے میدان میں اردو کی پسپائی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جس زبان کے بولنے والے حالات کے تقاضے پر کھرے نہیں اترتے وہ خطرے میں پڑ جاتی ہے، اردو زبان اور اس کی صحافت سے نئی نسل کی عدم دلچسپی کا سبب یہی ہے کہ اخبارات نے جدید کاری کے عمل کو اہمیت نہیں دی۔ جن چار پانچ اخبارات کی انتظامیہ نے اس پر توجہ دی، ان میں سے بھی تین اخبارات ہندو انتظامیہ کے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ شمالی ہند میں اردو اخبارات اپنی اس کوتاہی کا نتیجہ بھگتتے رہے ہیں، اس کے برعکس جنوبی ہند کے اردو اخبارات کی ترقی کا راز یہ ہے کہ ان کی انتظامیہ نے وقت کی نبض کو پہچان کر جدید وسائل اختیار کرنے میں دیر نہیں کی۔ لہٰذا یہ آج دوسری زبان کے اخبارات سے آنکھیں چار کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

برصغیر میں اردو کی ترقی وتوسیع میں بنیادی حصہ اردو کے اخبار ورسائل کا ہے، اسی طرح پوری دنیا میں اردو کو مقبول بنانے میں ان کا اہم کردار رہا ہے لیکن عام طور پر کھلے دل سے اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا بلکہ اردو صحافت کے مواد کو غیر معیاری ادب سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ وہی اردو اخبارات ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی سے پہلے عوام میں سیاسی شعور کی تخم ریزی کرکے آزادی کے جذبہ کو پروان چڑھایا اور اپنے پڑھنے والوں کو نئی فکر اور عصری علوم سے آشنا کیا۔ ساتھ ہی اردو زبان وادب کی تشکیل میں اہم خدمات انجام دیں، فارسی آمیز عبارت اور بوجھل الفاظ سے اردو زبان کا پیچھا چھڑا کر عوامی زبان بنانے میں حصہ لیا جس کے نتیجہ میں اردو ایک ترقی یافتہ زبان کے سانچے میں ڈھلتی گئی، لیکن اردو کے ناقد صحافت کے اس کردار کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے، نہ وہ اس سچائی کو مانتے ہیں کہ اپنی زبان کو بولی سے زبان تک کا سفر طے کرانے میں اردو اخبارات ورسائل نے کتنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس میں سینکڑوں نہیں ہزاروں نئے الفاظ ومحاوروں کا اضافہ ہوا، آج اردو زبان وادب عصری زبانوں کے الفاظ ومحاوروں سے مالا مال ہے تو یہ اردو صحافت کی ہی دین ہے۔

ملک میں اردو اخبارات کی جغرافیائی حیثیت بھی نہایت وسیع ہے۔ وہ شمال میں کلکتہ سے سری نگر تک اور دہلی سے ممبئی، حیدرآباد اور بنگلور تک ہر بڑے شہر میں آج بھی پھیلے ہوئے ہی اور زبان پر اپنے اثرات ڈال رہے ہیں، ملک کی پندرہ اہم ریاستوں سے شائع ہونے والے یہ اخبارات اور رسائل آج اردو دنیا کی بڑی طاقت ہیں، اردو روزناموں یا ہفتہ روزہ اخباروں اور ماہناموں کی بڑی تعداد معیاری ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش کے لئے ان کی کوشش جاری ہے، یہ اخبار ورسائل ہر قسم کے افکار اور سیاست کی نمائندگی کرتے ہیں، ان میں ہر مذہب اور علاقے کے ترجمان مل جائیں گے، یہاں تک کہ آریہ سماج، اسلام، جماعت اسلامی، جمعیۃ علماء، اہل حدیث، سناتن دھرم، اکالی فکر، مسیحیت، ترقی پسندی، جدیدیت کے ہمنوا نیز ادبِ اسلامی کے علمبرداران میں شامل ہیں۔ اس رنگا رنگی اور مختلف جہتوں کی نمائندگی کے اثرات اردو زبان وادب پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔

اردو صحافت نے زبان وادب کی ترقی و بہبود کے ساتھ ملک وقوم کی تعمیر وترقی اور اچھے معاشرہ کی تشکیل میں بھی اہم رول ادا کیا ہے، ہندوستان جیسے وسیع وعریض ملک میں جہاں آج سو زبانوں میں اخبارات شائع ہورہے ہیں، اردو کے اخبارات تعداد میں تیسرے نمبر پر ہیں۔ ہندی، انگریزی کے بعد سب سے زیادہ اردو کے اخبارات ہی شائع ہوتے ہیں جبکہ تعدادِ اشاعت کے لحاظ سے ان کا نمبر چوتھا ہے، پہلا مقام ہندی، دوسرا انگریزی، تیسرا بنگالی زبان کے اخبارات کو حاصل ہے، پورے ہندوستان سے شائع ہونے والے اردو اخبارات کی کل تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے جن میں سے ڈیڑھ سو سے زیادہ روزنامے اور سات سو سے زیادہ ہفتہ وار شامل ہیں۔ اس تعداد میں کمی وبیشی بھی ہورہی ہے، آزادی کے وقت نکلنے والے اخبارات کو پیش نظر رکھیں تو آج ان کی تعداد میں تین گنا اضافہ ہوگیا ہے اور مجموعی اشاعت بھی حوصلہ افزا ہے تاہم اردو اخبارات کی یہ عددی فوقیت اس وقت اطمینان بخش ہوتی، جب دوسری زبانوں کے مقابلہ میں اس کے اخبارات کی اشاعت زیادہ نہیں تو مساوی ضرور ہوجاتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ بنگالی، ملیالم، گجراتی، کنڑ، تیلگو، تامل اور اڑیہ زبانوں میں کتنے ہی ایسے اخبارات نکلے ہیں جن کی اشاعت کئی لاکھ ہے، ان کی ضخامت اور معیار بھی اردو اخبارات سے کہیں بہتر ہوتا ہے، اس کی وجہ تجارتی اور پیشہ وارانہ شعور کی کمی تو ہے ہی، جدید عصری سہولتوں کے استعمال میں کوتاہی بھی ہے، پہلے کتابت اردو اخبارات کیلئے ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی، آج اخبارات کا تربیت یافتہ عملہ یعنی صحافیوں کی کمی پریشانی کا باعث ہے جسے دور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اردو پڑھے لکھے نوجوان پہلے صحافت کا کورس کریں بعد میں اردو اخبارات میں کام سنبھالیں اور انہیں معیاری پے اسکیل ملے۔ آج ملک کی تین درجن یونیورسٹیوں میں صحافت کی تربیت کا نصاب رائج ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں بھی صحافت کا کورس جاری ہے جس سے استفادہ کرکے اردو صحافیوں کی نئی نسل اخبارات میں داخل ہوسکتی ہے۔

(باقی صـ۱۴ پر)

کھیل کی دنیا: بنجر میدانوں سے پیدا ہو رہے ہیں کھلاڑی

وبھوتی نارائن رائے

ٹوکیو اولمپک کئی معنوں میں انوکھا رہا۔ یہ صرف اس لیے قابل ذکر نہیں ہے کہ اس میں ہندوستان نے اب تک کے سب سے زیادہ میڈل جیتے۔ پہلی مرتبہ ٹریک اینڈ فیلڈ مقابلوں میں نہ صرف کوئی میڈل بلکہ گولڈ میڈل جیتا یا ہاکی میں تقریباً چالیس سال کی خشک سالی ختم ہوئی، ورنہ بہت سے دوسرے اسباب بھی ہیں جن کے لیے اس کھیل کے میلہ (Sports Festivla) کو یاد کیا جانا چاہیے۔

ملک کی آزادی کے ۷۵ویں برس میں مجھے یہ ہندوستانی جمہوریت کے بڑے جشن کی طرح لگتا ہے۔ صرف اعداد وشمار میں ۱۳۰ کروڑ کی آبادی والے ملک میں ایک گولڈ، دو چاندی اور چار کانسے کے میڈل بہت کم لگ سکتے ہیں، یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ میڈل ٹیبل میں تمام چھوٹے اور غریب افریقی، لیٹن امریکی ممالک کے نیچے خود کو پاکر خوش نہیں ہوا جاسکتا، لیکن جو کامیابیاں مرئی اور غیر مرئی طور پر حاصل ہوئی ہیں وہ اس کی تصدیق تو کر ہی سکتی ہیں کہ سارے اندیشوں کے باوجود اس عظیم ملک میں جمہوریت کی بنجر نظر آتی زمین میں ہر کونپل موقع ملتے ہی کھلنے لگتی ہے۔

اولمپک کی سوا سو سال کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب کھلاڑیوں نے صنفی عدم مساوات کی حدیں کافی حد تک توڑ دیں۔ میڈل ٹیبل میں اوپری پائیدان پر کھڑے کئی ملکوں کی ٹیموں میں مرد کھلاڑیوں سے زیادہ خواتین تھیں۔ کچھ برس قبل یہ تصور کرنا بھی مشکل تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں لڑکیاں ہندوستانی ٹیم میں ہوں گی۔ وہ بھی اس ہریانہ سے جو ہماری روایتی تفہیم کے مطابق خاتون مخالف معاشرہ ہے۔ جنسی تناسب کے معاملہ میں ملک میں پیچھے رہ جانے والے ہریانہ نے ٹیم کو سب سے زیادہ خاتون کھلاڑی دیئے۔ ان کھلاڑیوں کی کہانیاں مرد تسلط کے چیلنجوں اور کھاپ جیسی تنظیموں سے لڑنے و جیتنے کی کہانیاں ہیں۔ تقریباً سبھی کے کھیل جنون کو کنبہ یا پڑوسیوں کے طعنوں سے ٹکرانا پڑا۔ ہر تفصیل میں ماں، باپ، دادا یا نانی کی شکل میں ایک مضبوط حمایت/ سپورٹ موجود ہے جو ساری رکاوٹوں کے خلاف ایک ڈھال کے طور پر کھڑا رہا۔ یہ قابل ذکر ہے کہ چھ انفرادی تمغہ جیتنے والوں میں آدھی لڑکیاں ہیں۔

اس اولمپک کی کامیابی کی کہانیاں پڑھتے وقت مجھے برسوں پہلے دیکھا ایک نائیجیریائی ویڈیو یاد آیا۔ ایک دور دراز اور کمیوں کے شکار علاقہ میں درجنوں تغذیہ کے شکار بچوں کے دمیان ایک چمچماتی لمبی کار کھڑی ہے۔ خود کو گھیر کر کھڑے بچوں کو فٹ بال کے کچھ اسٹیپ دِکھا کر ایک کوچ انھیں بتا رہا ہے کہ اگر وہ انھیں سیکھ لیں تو کار ان کی ہوسکتی ہے۔ ہندوستان کے تناظر میں یہ کار سرکاری نوکری ہے۔ مجھے بچپن کی ایک کہاوت یاد آ رہی ہے۔ پڑھوگے، لکھوگے بنوگے نواب، کھیلوگے، کودوگے ہوگے خراب۔ اس خراب ہونے کا مطلب تھا

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ایتھلیٹ میں نیرج چوپڑا نے کی تاریخ رقم، ۱۲۵ سال بعد ہندستان کو طلائی تمغہ حاصل

ہندستان کے اسٹار جیولن تھرو ور نیرج چپوڑا نے ٹوکیو اولمپک میں گولڈ میڈل جیت کر تاریخ رقم کردی ہے۔ نیرج چوپڑا ایتھلیٹکس میں اولمپک تمغہ جیتنے والے پہلے ہندستانی کھلاڑی ہیں۔ نیرج چوپڑا نے فائنل مقابلے میں ۸۷ء۵۸ میٹر دور بھالا پھینک کر گولڈ میڈل جیتا۔ نیرج چوپڑا نے اپنے دوسرے تھرو میں ہی یہ دوری طے کی۔ نیرج چوپڑا نے پہلے تھرو میں ہی ۸۷ء۰۳ کی دوری طے کرکے نمبر ایک پر جگہ بنالی تھی لیکن اس کے بعد انھوں نے آئندہ تھرو میں اپنی کارکردگی مزید بہتر کی۔ نیرج چوپڑا نے ٹوکیو میں ہندستان کو پہلا گولڈ میڈل دلایا۔ اس شاندار کامیابی کے بعد تمغوں کی دوڑ میں ہندستان ۶۸ ویں مقام سے کود کر ۴۷ ویں پوزیشن پر پہنچ گیا۔ جیولن تھرو فائنل میں کوئی بھی ایتھلیٹ نیرج چوپڑا کے آس پاس نظر نہیں آیا۔ نیرج چوپڑا واحد کھلاڑی رہے جن کا تھرو ۸۷ میٹر سے اوپر رہا۔ چیک ریپبلک کے جاکب ویڈ لیچ ۸۶ء۶۷ میٹر اور وتیسلا و ویسلی ۸۵ء۴۴ میٹر کی دوری کے ساتھ دوسرے اور تیسری نمبر پر رہے۔ نیرج چوپڑا نے جیولین تھرو میں گولڈ میڈل جیتا۔ یہ اولمپک تاریخ کا کسی ہندستانی کھلاڑی کا ایتھلیٹکس کا پہلا میڈل ہے۔ پہلی بار ہندستان نے اولمپک میں سات میڈل جیتے۔ ہندستان نے اس سے پہلے دو چاندی اور چار کانسے کے تمغے جیتے تھے۔ اس سے پہلے ۲۰۱۲ء لندن اولمپک میں چھ میڈل ملے تھے۔ اس طرح سے ہندستان نے ۱۲۵ سال میں پہلی بار سات میڈل جیتنے کا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی نیرج ٹریک اینڈ فیلڈ ایونٹ میں طلائی تمغہ جیتنے والے پہلے ہندستانی کھلاڑی بن گئے ہیں۔ ساتھ ہی وہ اولمپک کے انفرادی مقابلے میں طلائی تمغہ جیتنے والے دوسرے کھلاڑی بن گئے ہیں۔ اس سے پہلے ابھینو بندرا نے بیجنگ اولمپک ۲۰۰۸ء کے اولمپک کے دس میٹر ایئر رائفل مقابلے میں طلائی تمغہ اپنے نام کیا تھا اور اب نیرج چوپڑا نے اس تاریخی کارنامے کو انجام دیا ہے۔ اس سے انھوں نے ہندستان کا ایتھلیٹکس میں اولمپک تمغہ جیتنے کا گزشتہ سو سال سے بھی زیادہ کا انتظار ختم کردیا۔ نیرج چوپڑا نے گولڈ میڈل جیتنے کے بعد ترنگا لے کر میدان کا چکر لگایا اور اس کا جشن منایا۔ ہندستان میں بھی جشن کا سماں ہے اور اپنے نئے گولڈ بوائے کے کارنامہ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ صدر جمہوریہ، وزیر اعظم سے لے کر اسپورٹس کی دنیا کے لوگوں کی جانب سے مبارکبادیوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ ہریانہ کی حکومت نے ملک کو پہلا گولڈ میڈل ملنے کی خوشی میں نیرج چوپڑا کے لیے چھ کروڑ روپے کے انعام کا اعلان کردیا ہے۔

طب وصحت: بادام، پستہ اور اخروٹ

امراضِ قلب، ذیابیطس اور کینسر سے رکھتے ہیں محفوظ

بادام، پستہ، اخروٹ، کاجو، چلغوزہ اور مونگ پھلی وغیرہ وہ گری دار خشک میوے یا مغزیات ہیں جن کے بارے میں طبّی ماہرین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر انھیں غذا کا حصہ بنایا جائے تو صحت کے تین بڑے مسائل یعنی امراضِ قلب، کینسر اور ذیابیطس سے نجات مل سکتی ہے۔ امریکن انسٹی ٹیوٹ آف کینسر ریسرچ کی ماہر کارن کولٹر بھی اس کی معترف ہیں اور ان کا یہ کہنا ہے کہ امریکی فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مغزیات کھانے سے دل کی بیماریوں کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔ اس سلسلے میں کی گئی مختلف تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گری دار میووٴں کو غذا میں شامل کرنے سے نہ صرف امراضِ قلب بلکہ کینسر اور ذیابیطس سے بھی بچاؤ ممکن ہے اور اس کی وجوہ بے شمار ہیں۔ مغزیات کھانے سے صحت کو جو سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ امراضِ قلب سے متعلق ہے۔ امریکہ میں کیے گئے چار بڑے طبّی جائزوں سے جن میں امریکیوں کی بڑی تعداد کو شامل کیا گیا تھا، یہ معلوم ہوا ہے کہ جن لوگوں نے سب سے زیادہ گری دار میوے کھائے تھے، ان میں دل کی بیماریوں کا خطرہ ۳۵ فیصد کی حد تک کم ہوگیا تھا۔ بادام، پستہ، اخروٹ اور اس قسم کی دیگر غذاؤں کے استعمال سے مجموعی کولیسٹرول کے ساتھ خراب 'ایل ڈی ایل' کولیسٹرول کی سطح بھی گھٹ جاتی ہے اور اس بنیاد پر سائنسداں ان مغزیات کو دل کی صحت کے لیے مفید قرار دیتے ہیں۔ ایل ڈی ایل کولسیٹرول کم ہونے کی ایک وجہ ان مغزیات میں پائے جانے والے کیمیائی مرکبات Phytosterol بھی ہوتے ہیں۔ Phytosterol کولیسٹرول جیسے مرکبات ہیں، جو ایل ڈی ایل کولیسٹرول کی سطح گھٹا سکتے ہیں۔ بعض سائنسدانوں کا خیال ہے کہ مغزیات میں دافع سوزش خصوصیات کی وجہ سے دل کی صحت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مغزیات میں ایک اور خوبی یہ ہے کہ ان میں اینٹی آکسیڈنٹ مادّے مثلاً وٹامن ای بھی ہوتا ہے۔ ان کی اینٹی انفلی میٹری اور اینٹی آکسیڈنٹ خصوصیات کی وجہ سے کینسر کے خطرات بھی گھٹ جاتے ہیں۔

ابتدائی جائزوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گری دار میووٴں کے استعمال سے انسولین کے خلاف مزاحمت کم ہوجاتی ہے، جس سے ذیابیطس کا امکان بھی گھٹ جاتا ہے، تاہم جائزوں کے نتائج ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ صحت مند مغزیات کے فوائد کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم انھیں کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے ملکوں میں لوگ عام طور پر ہلکے پھلکے ناشتے کے طور پر یا چائے اور کافی کے ساتھ بھنے ہوئے بادام، کاجو، پستہ وغیرہ کھاتے ہیں۔ اگر مغزیات میں پائے جانے والے حراروں کو کسی دوسری غدا کے ساتھ شامل کردیا جائے تو پھر جسمانی وزن کو کنٹرول کرنا دشوار ہوجائے گا۔ اس لیے مغزیات کو زیادہ حراروں والی دیگر غداؤں، مثلاً بسکٹ، کیک اور آئس کریم وغیرہ کے ساتھ شامل کرکے کھانے سے گریز کرنا چاہیے، چونکہ جسمانی وزن زیادہ ہونے سے بھی صحت کے یہ تینوں اہم مسائل یعنی امراضِ قلب، کینسر اور ذیابیطس جنم لیتے ہیں اس لیے مغزیات کی صورت میں کیلوریز میں مزید اضافہ صحت کے لیے فائدہ مند نہیں۔ کوشش یہ کی جائے کہ مغزیات کی ایک محدود مقدار کسی پیالے میں نکال کر انھیں کھایا جائے۔ ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ کر اگر مونگ پھلی بھی کھانی شروع کی جائے تو ضرورت سے کہیں زیادہ مقدار جسم میں پہنچ سکتی ہے۔ کیک، پیسٹری، بالائی اور پنیر وغیرہ کے ساتھ گری دار میوے نہیں کھانے چاہئیں، نمکین، بھنے ہوئے بادام، پستہ اور کاجو میں نمک ضرورت سے زیادہ مقدار میں جسم میں پہنچ سکتا ہے، جو دل کے لیے مفید نہیں ہے۔ مغزیات کے حوالے سے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس کے اوپر کے نرم چھلکوں میں اینٹی آکسیڈنٹ مادّوں کی بڑی مقدار موجود ہوتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ بادام یا مونگ پھلی کے پتلے نرم چھلکے الگ کیے بغیر نہیں کھائیں۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ بادام، پستہ، اخروٹ، کاجو وغیرہ صحت کے لیے بہت مفید ہیں، بشرطیکہ انھیں محدود مقدار میں اور بہت زیادہ حراروں والی غذاؤں مثلاً چپس، سوئٹس اور چربیلے کباب وغیرہ کی جگہ استعمال کیا جائے۔ ❑❑

ادبیات

تخلیق اعلیٰ بالا ہے پروردگار کی

غلام رسول انیسؔ نیازی

ہر گل نے مسکرا کے خبر دی بہار کی — آمد ہے آج رحمتِ پروردگار کی
ہے کائنات وجد میں اور جشنِ عید ہے — ساری خدائی ان پہ خدا نے نثار کی
محبوب اپنا دے دیا احسان کردیا — دونوں جہاں میں یوں بھی فضا خوشگوار کی
جو ہوگیا نبی کا خدا اس کا ہوگیا — تاکید یہ قرآں میں ہے پروردگار کی
بھیجا بنا کے رحمتِ للعالمیں جنھیں
تخلیق اعلیٰ بالا ہے پروردگار کی

جسے شام ہی نے بجھا دیا وہ چراغ قصر مینار ہوں

محمود لئیق محمود

میں وطن پہ اپنے نثار تھا میں وطن پہ اپنے نثار ہوں
جسے آندھیوں نے اُڑا دیا وہ چمن عاشق زار ہوں
نہ میں سنگ ہوں کسی طور کا نہ میں سنگ ہوں کسی نور کا
جو وہاں تلک ہیں پہنچ گئے میں انھیں کا گرد وغبار ہوں
مری قبر غیر کے در پہ ہو، ہے گوارا مجھے مرے گھر پہ ہو
دل بے قرار کی ہے صدا وہی بازگشت پکار ہوں
مرے دوستوں نے دغا دی، جانے کس جرم کی سزا دی
وہ بھی رُخ پلٹ کے نہ بچ سکے انھیں دوستوں کا میں یار ہوں
مرا تیرنا تو فضول تھا مجھے ڈوبنا ہی قبول تھا
جو کبھی کنارہ نہ پا سکے میں انھیں میں اب بھی شمار ہوں
نہ جلالِ پیرومرشداں نہ کمالِ نیر آستاں
جو مہک نہ اپنی بچا سکا کبھی گل تھا اب وہی خار ہوں
نہ تو میں کسی کا سلام ہوں نہ تو میں کسی کا پیام ہوں
جسے شام ہی نے بجھا دیا وہ چراغ قصر مینار ہوں
کبھی سایۂ محمود تھا کبھی حالۂ محبوب تھا
پھر کبھی جوان سے نہ مل سکا وہی عرض سینہ بار ہوں

خدا کا نام لینا چاہیے ہر کام سے پہلے

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

چراغِ شام کرلیتے ہیں روشن شام سے پہلے — نظر انجام پر رکھتے ہیں ہم انجام سے پہلے
ترے عاشق ہوئے بیہوش اِذنِ عام سے پہلے — یہ کیسا حشر اُٹھا حشر کے ہنگام سے پہلے
اگر ہے ابتدا اچھی تو ہوگی انتہا اچھی — خدا کا نام لینا چاہیے ہر کام سے پہلے
تواضع بادہ خواروں کی سلیقہ سے ذرا ساقی — دل انکے ٹوٹ جاتے ہیں شکستِ جام سے پہلے
پئے تکمیلِ رودادِ وفا، تمہید لازم ہے — تمہارا نام آئے گا ہمارے نام سے پہلے
اکیلا مجھ کو ٹھہراؤ نہ مجرم جرمِ الفت کا — تم اپنی سمت بھی دیکھو ذرا الزام سے پہلے
یقینِ گردشِ ایام نے کچھ حوصلہ بخشا — سراسیمہ تھا ورنہ دل غم و آلام سے پہلے
پئے حج چل دیئے حافظؔ مگر اپنے گناہوں کا
لبادہ تو اتارو جامۂ احرام سے پہلے

ہر ایک دل میں ہی شمع وفا جلائے کوئی

افضل شیر کوٹی

میں منتظر ہوں مرا غمگسار آئے کوئی — کہ میرے دل سے زمانے کے غم بھلائے کوئی
خبیث رنگوں میں ڈوبی یہ عریاں تہذیبیں — یہ بے خبر ہیں انھیں آئینہ دِکھائے کوئی
نڈھال زخموں سے انسانیت کا جسم ہے آج — دوائے مہر و محبت اسے پلائے کوئی
ہوس نے تیرگی بھر دی ہے بے وفائی کی — ہر ایک دل میں ہی شمع وفا جلائے کوئی
ہے جبر اور تشدد کی راہ پر انساں — پیامِ امن و اماں کا اسے سنائے کوئی
تلاش میں ہوں میں اپنے درخشاں ماضی کی
ملے گا یہ مجھے افضلؔ کہاں بتائے کوئی

بقیہ — نخل اسلام....

نے اعتراف کیا ہے کہ ۲۰۵۰ء تک وہ مسلم اکثریت ملک ہوگا، جب کہ برطانیہ میں کیے گئے سروے کے مطابق برطانیہ اور ویلز میں گذشتہ ایک دہائی کے دوران مسلمانوں کی آبادی دگنی ہوگئی ہے۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ۲۰۱۷ء کے سروے کے مطابق ۳ء۳۵ ملین ہے اور وہاں اسلام قبول کرنے والوں کی شرح میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ اسلام کی بڑھتی مقبولیت کا ایک سرسری خاکہ ہے ورنہ ایک ناقابل فراموش طویل تاریخ ہے؛ جس کا احاطہ اس مختصر مضمون میں مشکل ہے۔ اخیر میں گفتگو کو سمیٹتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم کے ان اشعار پر بات ختم کرتے ہیں:

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے □□

بقیہ : —— مراسلات

چہرے کے طور پر قبل نہیں کرے گی کیونکہ کانگریس اب بھی راہل گاندھی کے سہارے ہی پارلیمانی انتخابات میں اترنا چاہتی ہے اور اس کے لیے وہ اپوزیشن پارٹیوں کا بھی ساتھ چاہتی ہے، ایسے میں ممتا بنرجی کی راہ آسان نظر نہیں آتی پھر بھی اس پر سبھی کی نظریں لگی ہوئی ہیں کہ ممتا بنرجی کو اپوزیشن پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں کتنی کامیابی ملتی ہے۔

شبلی رامپوری، رامپور منہاران، سہارنپور

بقیہ : —— تجزیہ

یہ بھی پیش نظر رہے کہ وسائل کی کمی کے باوجود پیشکش اور ترتیب میں آج کی اردو صحافت آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اردو اخبارات کی کم اشاعت اس کی راہ کا سب سے بڑا روڑا ہے۔ معیاری اردو تعلیمی نظام کی کمی کے باعث اردو معاشرے کی نوجوان پیڑھی کافی حد تک اردو اخبارات پڑھنے والوں میں شامل نہیں۔ نتیجتاً اردو اخبارات صرف عمر رسیدہ لوگوں کے ذوقِ مطالعہ کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ ملک کی تقسیم کے بعد ہندو اکثریت بھی اردو سے دور ہوگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو صحافت عملاً اب مسلم اقلیت کی نقیب نظر آتی ہے، کم اشاعت اور اقلیت سے جڑے ہونے کی وجہ سے اردو اخبارات ہندوستان کے کارپوریٹ حلقہ کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر پاتے۔ لہٰذا ان کے پاس اشتہارات کی کمی ہے۔ یاد رکھئے اردو صحافت کا بنیادی مسئلہ ہندوستان میں اردو زبان کی تعلیم سے جڑا ہوا ہے۔ جب تک اردو کا تعلیمی نظام کمزور رہے گا، اردو صحافت ہندوستانی میڈیا کے افق پر اپنا مقام نہیں پاسکتی۔ اگر اردو صحافت کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے تو اردو کی اسکولی تعلیم کو جنگی بنیاد پر زندہ کرنا ہوگا اور یہ ایک دور رس پروگرام ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اردو کی اسکولی تعلیم کو بحال کرنے کی نہ ریاستی حکومتوں کو فکر ہے نہ مرکزی حکومت کی پالیسی میں اس کو اہمیت حاصل ہے۔ نہ ہی اردو کے لئے کام کرنے والی انجمنوں کو اس کی ضرورت کا احساس ہے۔ اردو اکادمیاں بھی شعر وادب، تصنیف وتالیف اور مشاعرے وسیمیناروں کے لئے تو مالی امداد فراہم کرتی ہیں لیکن اردو کے تعلیمی نظام کو طاقتور بنانے کیلئے کوئی کارگر پروگرام ان کے پاس نہیں ہے۔ لہٰذا اردو صحافت کا بنیادی مسئلہ اردو تعلیم سے وابستہ ہے اور اس پر ہی ہمیں پہلے توجہ دینا چاہئے۔

بقیہ : —— گاھے گاھے باز خواں...

مدظلہ کی موجودگی میں متاثرین میں ضروری اشیاء، کپڑے، کمبل، چٹائیاں، ٹینٹ، برتن کے ساتھ ضروری غذائی اشیاء پر مشتمل کٹ تقسیم کی گئیں۔ اس وقت متاثرہ علاقوں میں ڈیڑھ سو سے زائد جمعیۃ علماء ہند کے رضاکار و کارکنان متاثرین کی راحت رسانی میں شب و روز مصروف ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ متاثرین کی آبادکاری اور ان کے لیے مکانوں کی تعمیر کا کام انجام دے گی جس پر کروڑوں روپے کے اخراجات ہوں گے۔ متاثرین کی راحت رسانی کے لیے پانچ ٹرک سامان مرکزی دفتر سے بھیجا جاچکا ہے جس میں کمبل، خیمے، دوائیاں وغیرہ شامل ہیں اور مزید سامان جلد ہی روانہ کیا جارہا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی خواہش تھی کہ وہ پاکستان کے متاثرین اپنے بھائیوں کے تعاون کے لیے بھی کام کرے۔ اللہ کا فضل ہے کہ ناظم عمومی مدظلہ کی جدوجہد کے نتیجہ میں یہ مرحلہ بھی آسان ہوگیا ہے اور جلد ہی پاکستان اور مقبوضہ کشمیر کے متاثرین کے لیے بھی ریلیف کا سامان بڑے پیمانہ پر بھیجا جارہا ہے۔ بھیجے جانے والے سامان کی قیمت کا جو اندازہ لگایا گیا ہے وہ کروڑوں روپے میں ہے جسے انشاء اللہ اصحابِ خیر کے تعاون سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ جمعیۃ علماء ہند نے انسانیت نواز اربابِ جود وسخا سے پرزور اپیل کی ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں مصیبت زدگان کے تعاون میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

جمعیۃ علماء ہند ہندستانی مسلمانوں کی ایک باوقار خدمت گار تنظیم ہے۔ اس نے جب بھی ملّت سے اپیل کی ہے ملت نے انتہائی فراخ حوصلگی کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے۔ اس وقت الحمدللہ جمعیۃ علماء ہند کو حضرت امیر الہند مدظلہ کی سرپرستی میں مولانا محمود مدنی جیسی نوجوان فعال و متحرک قیادت میسر ہے اور حالانکہ مظلومین کی ریلیف کا دائرۂ کار کافی وسیع ہوچکا ہے جس کے لیے ایک بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ صرف جموں کشمیر میں بازآبادکاری وتعمیری منصوبوں کے لیے کروڑوں روپے چاہئیں۔ مگر اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ جمعیۃ علماء ہند اپنے اکابر کے اخلاص اور اپنے معاونین کرام کی توجہ کے ذریعہ اس سخت ترین مرحلہ سے سرخرو ہوکر نکلے گی اور مظلوم ومتاثرین کی دادرسی کا فریضہ انجام دینے میں کامیاب ہوگی۔ آئیے ہم سب مل کر دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ جمعیۃ علماء ہند اور اس کی قیادت کو اپنے انسانیت نواز مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور پوری انسانی دُنیا کو امن وعافیت سے نوازے، آمین!

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

بقیہ — زبان- جامِ محبت بھی...

ناگفتہ بہ ہے، زندگیوں کا چین وسکون غارت ہو چکا ہے، الفت ومحبت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی، آپس میں نفرت وعداوت کی دیواریں کھڑی ہو چکی ہے، آپسی تعلقات اور رشتے داریوں کا خون ہونے لگا، رنجشیں اور اَن بن کا ماحول ہر سو نظر آرہا ہے، ان سب کا بنیادی سبب زبان کی تلخیاں اور لغزشیں ہیں؛ کیوں کہ حال یہ ہے کہ نہ جھوٹ کے بغیر کاروبار چل رہا ہے نہ غیبت سے خالی کوئی محفل ہو رہی ہے، کسی ایک جگہ بیٹھ کر بے دریغ کسی کی عصمتوں کو پامال کردیا جاتا ہے تو کسی کا تمسخر اور استہزاء کرنے سے ڈر تک نہیں لگتا، کسی کی دل شکنی کی پرواہ ہی نہیں ہوتی، گفتگو کا سلیقہ تک نہیں ہوتا ہے دشنام طرازی تو تکیہ کلام بن چکا ہے، اور ذکرِ الٰہی اور درودِ نبی سے گویا کوئی سروکار ہی نہیں؛ ایسا لگتا ہے اسی وجہ سے نہ رزق میں برکت ہوتی ہے اور نہ گھر میں چین وسکون؛ الغرض یہ سب زبان کے بیقابو ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ زبان کی ایک لغزش عمر بھر کی کمائی پر پانی پھیر دیتی ہے؛ لہٰذا اس مہلک مرض سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زبان کی خطاؤں سے کس طرح بچا جائے، ایذاء رسانی سے کیسے محفوظ رہے تو اس کے لئے چند ایک تراکیب ہیں جن کو اپنانے سے ان شاء اللہ اس مرض سے نجات مل سکتی ہے؛ چنانچہ

(۱) وقت نکال کر صحبتِ صالحین اور نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے کا اہتمام کریں،

(۲) بازارِ دنیا میں رہتے ہوئے بازارِ آخرت سے غافل نہ ہو،

(۳) گھر میں یا دکان اور آفس میں اپنے بیٹھنے کی جگہ قرآن کریم کی آیت "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْد ؟" کا ترجمہ لکھ کر لگائے اپنے سامنے رکھیں؛ تا کہ اس پر نظر پڑتی رہے اور زبان کے گناہوں سے احتیاط ہوتی رہے،

(۴) اور اپنے طور پر یہ کوشش کریں کہ زبان کا کوئی گناہ ہم سرزد نہ ہونے پائے اور اور غلطی سے ہوجائے تو اس کے بدلے میں اتنے اتنے پیسے صدقہ کرنے کا اپنے آپ سے معاہدہ کرلیں،

(۵) دن کے اول اور آخر میں اللہ سے خوب دعائیں کریں کہ اللہ اس مرض سے نجات دے،

(۶) اور روزانہ سونے سے قبل اپنے دن بھر کی باتوں پر ایک نظر ڈالیں اور ان سے توبہ کرے، آئندہ نہ کرنے اور احتیاط کرنے کا عہد کریں۔

زبان اللہ ربّ العزّت کی عظیم نعمت ہے، اب آدمی کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس کا صحیح استعمال کر کے جنت کا مستحق بن جائے؛ ورنہ جہنم کو اپنا جائے قرار بنالیں، بس تھوڑے سے احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے اگر آدمی اس موقع پر صبر کا دامن تھام لے اور خاموشی کو اپنے لبوں کی زینت بنالیں تو پھر ضرور بالضرور کامیابی مقدر ہوگی، عزت وظفریابی ہاتھ آئے گی، خلاصہ یہ کہ آدمی ذرا تصور کریں کہ جب ہمارا نامہ اعمال کھلا ہوا ہے اور فرشتے ہر بول لکھنے کے لیے کسی دشمن کی طرح تاک میں ہیں تو کیسے ہم بے ضرورت یا ضرورت سے زائد باتوں کا ارتکاب کرسکتے ہیں؟ کاش کہ ہم غفلت سے باز آجائیں! پروردگارِ عالم ہمیں اپنی زبانوں کو قابو میں رکھنے اور اس کا صحیح استعمال کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی آمین۔ □□

بقیہ — لڑکی کو رشتہ کے انتخاب کا حق

حق ہوتا ہے، بیٹیوں کا بھی حق ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں تین باتوں کی خاص طور پر نصیحت فرمائی۔ ایک: بیوہ عورت کے ساتھ حسن سلوک، دوسرے: یتیم بچوں کے ساتھ، تیسرے: نماز کا اہتمام۔ (شعب الایمان عن انس، حدیث نمبر: ۱۰۴۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے کسی یتیم یا بیوہ کی کفالت کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں جگہ دیں گے اور جنت میں داخل فرمادیں گے۔ (المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۹۲۹۲) اگرچہ یہ ارشاد بیوہ اور یتیم کے بارے میں ہے، لیکن جس عورت کا شوہر اسے چھوڑ دے یا گھر سے بے گھر کردے اور اس سے پیدا ہونے والے بچوں سے آنکھیں موند لے وہ عورت بھی اپنی صورت حال کے اعتبار سے بیوہ ہی کے درجہ میں ہوتی ہے اور ان بچوں کو بھی یتیموں کی سی ہی زندگی گزارنی ہوتی ہے، اس لیے ان کے ساتھ حسن سلوک پر وہی اجر حاصل ہوگا جس کا وعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک پر کیا ہے اور پھر بیٹی بہن کے ساتھ حسن سلوک میں تو صلہ رحمی کا پہلو بھی ہے جس کی قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی بہت تاکید فرمائی گئی ہے۔

باپ کے مال میں مقدار کے فرق کے ساتھ بیٹی کا بھی اسی طرح حق ہوتا ہے جیسے بیٹوں کا ہوتا ہے، اسی لیے اس کے ترکہ سے جو رشتہ دار کسی صورت محروم نہیں ہوسکتے وہ چھ ہیں۔ ان میں بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی۔ (الاختیار لتعلیل المختار، ۵/۱۹۴) اگرچہ ترکہ کی تقسیم میں ترکہ کے مطالبہ کا حق مورث کی موت کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر کرے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی تو وہ شرعاً گناہگار ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے حصہ سے اس کو مرحوم کردیں گے۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۷۰۳) اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اپنی ضروریات سے بچی ہوئی دولت میں ایک حد تک اس کے ورثاء کا حق ہوتا ہے جس میں بیٹی بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر باپ کوئی ایسا قدم اُٹھائے جس کی وجہ سے وہ حق سے محروم ہوجائے تو باپ گناہگار ہوتا ہے۔ فقہاء نے شریعت کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے کہا ہے کہ شادی تک لڑکیوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے اور چاہے لڑکی کسب معاش پر قادر ہو اگر باپ کے اندر نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت ہو تو وہ بیٹی سے مطالبہ نہیں کرسکتا کہ وہ خود کمائے۔ اگر خدانخواستہ وہ مطلقہ ہوجائے اور شوہر چھوڑ دے تو جیسے پہلے اس پر لڑکی کی پرورش کی ذمہ داری تھی، اب دوبارہ اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوجائے گی۔ اس لیے یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ شادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لڑکی کا اپنے خاندان اور اپنے ماں باپ سے تعلق ختم ہوگیا، اب وہ اس گھر کے لیے بیگانہ اور پرائی ہوگئی بلکہ جتنا حق اس میں بیٹوں کا ہے، مقدار کے فرق کے ساتھ اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے، نہ ماں باپ اس کو مشکل حالات میں میکہ آنے اور یہاں بسنے سے روک سکتے ہیں، نہ بھائی اور بھاوجیں ان کو اس کے حق سے محروم کرسکتے ہیں۔ وہ انھیں اس بات پر مجبور بھی نہیں کرسکتے کہ ظلم وزیادتی سہتے ہوئے سسرال میں ہی اپنا وقت گزاریں۔ □□

بقیہ — بنجر میدان سے....

کوئی اچھی سرکاری نوکری نہیں ملے گی۔ اگر ہم منافقت کو کچھ دیر کے لیے درکنار کردیں تو ہمیں تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا کہ ہمارے یہاں تعلیم حاصل کرنے کا اہم مقصد ایک اچھی (عام طور پر سرکاری) نوکری حاصل کرنا ہے۔ اور اب تو کسی بڑے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوتے ہی گلیمر اور سات آٹھ نمبروں والے انعام واکرام کی بوچھار اضافی کشش بن گئے ہیں۔ حکومت نے بھی "کھیلو انڈیا" جیسے پروگراموں کے ذریعہ کھلاڑیوں کو وسائل مہیا کرائے ہیں۔

جمہوریت کی کامیابی کا مرکزی نقطہ اپنے شہریوں کو محنت پر معاشی خوشحالی میں اپنا حصہ حاصل کرنے کا موقع فراہم کرنا ہوتا ہے۔ کم سے کم اس کسوٹی پر تو ہندوستانی جمہوریت کچھ حد تک کامیاب ہوتی نظر آئی۔ زیادہ تر کھلاڑی معنی اور ذات جیسے دو پیمانوں پر جانچنے میں حاشیہ پر ہی نظر آئیں گے۔ کبھی کوئی سوشولوجسٹ اپنے اوزاروں سے اولمپک کھلاڑیوں کا تجزیہ کرے گا تو اسے ہندستانی معاشرہ کی روایتی سمجھ گڑبڑاتی نظر آئے گی۔ وہ پائے گا کہ ان میں آدھے سے زیادہ دولت اور پسماندہ ذاتوں سے آتے ہیں جنھیں عام طور سے قیادت کا کردار نہیں دیا گیا ہے لیکن ایک مرتبہ ذات کی جکڑن سے آزاد ہوتے ہی ان کی تخلیقی صلاحیت کی بلندی کیا ہوگی، یہ انھوں نے دِکھا دیا۔ مجھے اس کا مقابلہ ۱۹۷۱ء کی جنگ سے کرنے کا دل کر رہا ہے، جسے تاریخ کی زیادہ تر بڑی جنگیں ہارنے والا معاشرہ پسماندہ اور دلتوں کی فیصلہ کن شراکت داری کے سبب جیت گیا۔ ذات کی یہ جکڑن کتنی مضبوط ہے، اس کا علم اس بات سے ہوتا ہے کہ خاتون ہاکی ٹیم کی اسٹار کھلاڑی وندنا کٹاریا کی کامیابی سے چڑھ کر ان کے کچھ پڑوسیوں نے ان کے خلاف ذات پات سے متعلق گندے نعرے لگائے۔ یہ ایک الگ دلچسپ حقیقت ہے کہ تین میں دو ملزم خود پسماندہ ذاتوں کے ہیں اور وہ ریاستی سطح کے ہاکی کھلاڑی رہ چکے ہیں۔

ذات کے علاوہ معاشی عدم مساوات پر بھی اس مرتبہ ایک نظر آنے والا حملہ ہوا۔ زیادہ تر کھلاڑیوں کے کنبوں کے معاشی حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ اپنے بچوں کو کھیلوں کی مہنگی تیاریاں کراسکیں۔ کئی ماؤں نے گھروں میں کام کیے، کئی والد نے سخت ترین محنت کر کے بچوں کو غذائیت سے بھرپور غذا مہیا کرائی اور ان راتوں کا حساب لگانا تو ممکن ہی نہیں جب کنبہ کے ممبر پیٹ بھرے ہونے کا بہانہ بنا کر بھوکے سو گئے تاکہ مستقبل کے کھلاڑی کی ضرورت پوری ہوسکے۔

یہ کیا کم تعجب خیز ہے کہ میدان میں جن گن من گانے والی خاتون ہاکی کھلاڑیوں میں ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان کھڑی تھیں۔ عام طور سے ہمارا معاشرہ غریب مخالف ہے اور کورونا بحران میں تو یہ ثابت بھی ہوگیا لیکن کھیلوں کی دنیا نے کچھ حد تک یقین دہانی کرائی ہے کہ محنت اور لگن سے معاشی حاشیہ پر کھڑا معاشرہ بھی ترقی کے دروازے کھول سکتا ہے۔

بڑی آبادی، تین ٹریلین ڈالر کی معیشت والے اور ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہندوستان کے تمغوں کی تعداد (۷) پہلی نظر میں مایوس کرسکتی ہے لیکن نہیں بھولنا چاہیے کہ پہلی مرتبہ کسی اولمپک میں ہندوستان اتنا بھرپور نظر آیا۔ پہلے ہی دن میرابائی چانو کے چاندی والے مظاہرہ سے ہوئی شروعات آخری دن تک چلتی رہی۔

ان سب سے اوپر یہ اولمپک ملک میں ہاکی کی واپسی کی آہٹ دینے والا ایونٹ ثابت ہوا۔ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک اکیلے وزیر اعلیٰ نوین پٹنائک کی کوشش سے ہاکی اس مقام تک پہنچ سکتی ہے تو نیا پیدا ہوا قومی جنون اسے کہاں تک لے جائے گا۔ □□

درگاہ مدد علی شاہ کو توڑنے کی دھمکی دینے والوں پر سخت کارروائی کی جائے

جمعیۃ کے وفد نے درگاہ کے معاملے پر ڈی سی پی روہنی سے ملاقات کی اور جمعیۃ علماء ہند کا مکتوب سونپا

نئی دہلی، ۱۰؍اگست: درگاہ مدد علی شاہ جو روہنی سیکٹر ۲۵ پاکٹ ۲ میں واقع ہے، لگاتار فرقہ پرست عناصر کے نشانے پر ہے، اس کو کچھ دن قبل ایک فرقہ پرست گروہ کی طرف سے توڑنے کی کوشش کی گئی، وہاں مذہبی نعرے لگانے اور مذہبی بینر چسپاں کیا گیا۔ اس سلسلے میں آج جمعیۃ علماء ہند کے ایک وفد نے متعلقہ ڈپٹی کمشنر پولیس (ڈی سی پی) راجیو رنجن سنگھ سے ان کے دفتر میں ملاقات کی۔ وفد نے ان کو جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ایک مکتوب بھی سونپا اور مطالبہ کیا کہ اس کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کی جائے، نیز ایسے شر پسند عناصر کے خلاف کارروائی کی جائے جو مذہبی مقامات کو نشانہ بنا کر ملک کے امن و امان کو تاراج کرتے ہیں، وفد نے کہا کہ سوشل میڈیا پر شدت پسند عناصر لگاتار ایسے ویڈیو ڈال رہے ہیں جن میں درگاہوں کو توڑنے کی مہم چلائی جارہی ہے، یہ ایک خطرناک روش ہے، جس کا مقصد انارکی پھیلانا اور شر پسندی کو عروج بخشنا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند ہمیشہ سے امن و امان کے قیام اور بھائی چارہ کے فروغ کی علم بردار رہی ہے، وہ ایسے حالات پر کبھی خاموش نہیں رہ سکتی۔ جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی، اس طرح کے واقعات پر کافی تشویش رکھتے ہیں اور وہ بہر صورت ایسے عناصر کی حرکتوں کا سد باب چاہتے ہیں۔

اس سے قبل جمعیۃ علماء ہند کے وفد نے درگاہ کے ذمہ داروں سے ملاقات کی۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ ۳؍اگست ۲۰۲۱ء کی شام کو ساٹھ ستر افراد کا ایک گروہ درگاہ مدد علی شاہ آیا۔ گروہ نے درگاہ احاطے کے قریب کچھ ہندو رسمیں ادا کیں اس کے بعد انہوں نے ''جے شری رام'' جیسے مذہبی نعرے لگانا شروع کردیے۔ چند منٹ بعد انھوں نے درگاہ کے ذمہ داروں کو الٹی میٹم دیا کہ اگر وہ دس دن کے اندر اندر اس جگہ سے نہ گئے تو انہیں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ دس دن کے بعد آئیں گے اور درگاہ کے مقام پر بت رکھیں گے۔ وہاں جمع ہونے والے لوگ "دی ہندو سنگھٹن" کے جھنڈے تلے آئے تھے۔ اس دھمکی سے متاثر ہوکر ذمہ داروں نے پولیس سے رابطہ کیا اور کارروائی کا مطالبہ کیا۔ مقامی پولیس نے آکر حالات پر قابو پانے کی کوشش کی۔ پولیس نے فرقہ پرست عناصر کے کچھ ارکان کو حراست میں لے لیا اور کچھ عرصے کے بعد رہا کردیا۔ علاقے کے مسلمان مقامی سطح پر پولیس کی کارروائیوں سے مطمئن نہیں ہیں۔

وفد کو ڈی سی پی راجیو رنجن سنگھ نے بتایا کہ وہ اس کیس سے واقف ہیں اور ذاتی طور پر اس جگہ کا دورہ کر چکے ہیں۔ انھوں نے یقین دلایا کہ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، صورت حال پرسکون اور کنٹرول میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہیں اور اس معاملے میں چند لوگوں کو حراست میں لیا گیا ہے۔ ڈی سی پی نے وفد کو یقین دلایا کہ فرقہ پرست عناصر اب دوبارہ واپس نہیں آئیں گے اور درگاہ کو کسی بھی طرح نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ آئیں گے تو انہیں پولیس کی جانب سے سخت کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ڈی سی پی نے کہا کہ ان کا نقطہ نظر بہت واضح ہے، کسی بھی ایسی حرکت کو برداشت نہیں کیا جائے گا جو قانون کے خلاف ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے وفد میں ایڈوکیٹ محمد نور اللہ، ڈاکٹر اظہر علی، قاری عبدالسمیع نانگلوئی، انور حسین، عظیم احمد (مقامی کارکن) عقیل احمد (نگراں درگاہ) شامل تھے۔

مدنی یوتھ سینٹر جمعیۃ یوتھ کلب کی دیوبند میں بڑے اہتمام سے یومِ آزادی کی تقریب منائی گئی

آزادی کی لڑائی میں جمعیۃ علماء کی قربانی تاریخ ہند کا اہم باب ہے: مولانا حکیم الدین قاسمی

نئی دہلی، ۱۶ اگست: مدنی یوتھ سینٹر دیوبند میں جمعیۃ یوتھ کلب (جمعیۃ علماء ہند) کے انچارج حضرت مولانا محمد کلیم اللہ قاسمی صاحب کی صدارت میں یوم آزادی کے موقع پر ایک پروگرام کا انعقاد ہوا جس میں بحیثیت مہمان خصوصی حضرت مولانا حکیم الدین قاسمی صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند شریک ہوئے۔ اس موقع پر پنڈت ستیندر شرما جی صدر شری تری پورہ بالا دیوی مندر دیوبند کے ہاتھوں سے قومی پرچم لہرایا گیا، نیز قومی ترانہ اور نعروں کی گونج کے درمیان شہیدان وطن اور مجاہدین آزادی کو یاد کیا گیا۔

بعد ازاں حضرت ناظم عمومی صاحب جمعیۃ علماء ہند نے اپنے اہم خطاب میں شہیدانِ وطن اور مجاہدینِ آزادی کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا واقعہ نقل فرمایا اور کہا کہ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ آزادی کی لڑائی میں برادرانِ وطن کا عموماً اور علمائے کرام کا خصوصی کردار رہا ہے، انھوں نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند کی قربانی تاریخ ہند کا اہم باب ہے۔ اگر ہندوستان کی آزادی میں علمائے کرام حصہ نہ لیتے؛ تو ہندوستان کی آزادی کا خواب شاید کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا، اگر تحریکِ ریشمی رومال کی بنیاد نہ پڑتی تو ہندوستان چھوڑو تحریک کا زور نہ ہوتا؛ خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں اور بالخصوص علمائے کرام نے اپنے خونِ جگر سے شجرِ آزادی کی آبیاری نہ کی ہوتی تو آج شاید ہم جشن آزادی نہ منا پاتے۔

مہمان محترم جناب ستیندر شرما جی صدر شری تریپورہ بالا دیوی مندر دیو بند نے آزادی کی لڑائی میں شریک ہونے والے مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ملک کی آزادی میں جمعیۃ علماء ہند کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جمعیۃ یوتھ کلب کے ذریعہ سے خدمت خلق کے اس پورے نظام کو بھائی چارہ ایک دوسرے کیلئے ہمدردی انسان کو انسانیت کا سبق دہرانے کیلئے بہترین پہل قرار دیا۔ ستیندر شرما جی نے جمعیۃ کے ذمہ داروں سے مخاطب ہوکر اپنی تقریر میں کہا کہ جمعیۃ علماء کے اِن جیسے کاموں کیلئے ہماری جہاں بھی ضرورت ہو ہم آپ کے کاندھے سے کاندھا ملائے کھڑے ہیں اور قریب کے سبھی گاؤں والوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا ساتھ دیں اور پوری مدد کریں۔ جناب چودھری پرویندر سنگھ جی صدر مانکی مندر ٹرسٹ دیوبند نے شہیدان وطن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہو کہا یہ ترنگا ہم سب کی شان ہے جمعیۃ علماء ہند کی طرح بغیر بھید بھاو کے انسانیت کی خدمت کرتے رہیں گے، اور اپنے بزرگوں کی طرح محبتوں کے بیج بوکر ملک کی شان بڑھاتے رہیں گے۔

پروگرام کی نظامت کرتے ہوئے درمیان میں جمعیۃ یوتھ کلب کے سکریٹری جناب مولا احمد عبداللہ قاسمی رسولپوری صاحب نے شہید اشفاق اللہ خان، رام پرشاد بسمل اور شہید بھگت سنگھ، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لعل نہرو اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہم کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا آج ہم سب کو اپنے بڑوں کی تاریخ کو یاد کر کے حوصلہ اور سبق حاصل کرنا چاہئے۔ جو کہ ملک وملت کی تعمیر و ترقی میں ہماری رہ نمائی کا ذریعہ بنے۔ اخیر میں جمعیۃ ضلع سہارنپور کے جنرل سکریٹری جناب سید ذہین احمد نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر بطور خاص حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی دیوبند۔ مولانا ظہور احمد صدر جمعیۃ علماء سہارنپور، قاری محمد ذاکر قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مظفر نگر، مولانا محمد جعفر مدرسہ کھڈا، مولانا ابراہیم دیوبند رکن ضلع پنچایت مظفر نگر جناب سعید الزماں، قاری نوشاد رکن ضلع پنچایت سہارنپور، پردھان جی کیند کی تیاگی جی وغیرہ بڑی تعداد میں لوگ موجود رہے۔

اجمیر شریف میں محرم کے موقع پر جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے میڈیکل کیمپ کا افتتاح

اجمیر؍نئی دہلی۔ ۱۲؍اگست ۲۰۲۱ء: خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سلسلہ سے نسبت رکھنے والی ملک گیر جماعت 'جمعیۃ علماء ہند' کے زیر اہتمام اجمیر شریف میں ایک بار پھر زائرین کے لیے میڈیکل کیمپ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود اسعد مدنی کی ہدایت پر اس بار اس کی ذمہ داری جمعیۃ علماء میوات کے جنرل سکریٹر مفتی محمد سلیم ساکرس ادا کررہے ہیں، اس سے قبل جمعیۃ علماء راجستھان کے سابق نائب صدر مولانا شبیر احمد قاسمی مرحوم ادا کررہے تھے، جو کووڈ کی وباء کی زد میں آنے کی وجہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

آج میڈیکل کا افتتاح جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس کے لیے جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے متعدد ڈاکٹرس مع ادویہ وایمبولینس اور رضا کاروں کی ایک ٹیم شب و روز موجود رہے گی، خاص طور سے اس بار میوات سے اسکاؤٹ تربیت یافتہ ۱۲؍نوجوانوں کی خدمت بھی حاصل کی گئی ہے۔ میڈیکل کیمپ میں ماہ محرم الحرام کے موقع پر آنے والے زائرین کو طبی خدمت فراہم کی جائے گی۔ گزشتہ پانچ سالوں میں جمعیۃ علماء ہند نے زائرین کی بے مثال خدمت انجام دی ہے، اس درمیان سات بار میڈیکل کیمپ لگائے گئے جن میں اکیاون ہزار چھ سو ستانوے (51697) بیمار زائرین کا مفت طبی خدمت فراہم کی گئی ہے، اسی طرح زیادہ بیمار ہونے والے کو جمعیۃ ایمبولینس کے ذریعہ ہاسپٹل اور وفات پانے والوں کو ان کے گھر تک پہنچایا گیا۔ آج کے افتتاح کے موقع پر عتیق الرحمٰن قریشی جنرل سکرٹری جمعیۃ علماء بناس کاٹھا، مولانا محمد دلشاد صاحب قاسمی ناظم جمعیۃ علمائے حلقہ سوہنا، مولانا ابوالحسن آرگنائزر جمعیۃ علمائے ہند، مولانا حسن محمد ہرواڑی، مولانا اجمل، ڈاکٹر محمد اکرم، ڈاکٹر محمد شریف، ڈاکٹر محمد کیف، ڈاکٹر طارق انور وغیرہ موجود رہے۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

اہل ایمان ظالموں اور جابروں کیلئے نرم چارہ نہیں ہوتے

مکرمی! عام طور پر بزدلی کی کوکھ سے ظالم اور بدمعاش جنم لیتے ہیں۔ جس معاشرہ میں بزدلی نہیں ہوتی۔ ظلم و جبر خواہ کسی پر ہو برداشت نہیں کیا جاتا۔ وہاں ظالموں اور بدمعاشوں کی ہمت کسی پر جبر وظلم کرنے کی نہیں ہوتی، لہٰذا معاشرہ میں ایسے لوگ ہونے چاہئے جو ظلم و بدی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

''انسان کی یہ اسپرٹ کہ وہ بدی کو کسی حال میں برداشت نہ کرے اور اسے دفع کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہوجائے، انسانی شرافت کی سب سے اعلیٰ اسپرٹ ہے۔ اور عملی زندگی کی کامیابی کا راز بھی اسی اسپرٹ ہی میں مضمر ہے۔ جو شخص دوسروں کیلئے بدی کو برداشت کرتا ہے اس کی اخلاقی کمزوری اسے بالآخر اس پر بھی آمادہ کر دیتی ہے کہ وہ خود اپنے لئے بدی کو برداشت کرنے لگے۔ اور جب اس میں برداشت کا یہ مادہ پیدا ہوجاتا ہے تو پھر اس پر ذلت کا وہ درجہ آتا ہے جسے خدا نے اپنے غضب سے تعبیر کیا ہے۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ بَآؤُ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ. اس درجہ میں پہنچ کر آدمی کے اندر شرافت وانسانیت کا کوئی احساس باقی نہیں رہتا۔ وہ جسمانی و مادّی غلامی ہی نہیں بلکہ ذہنی و روحانی غلامی میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے اور کمینگی کے ایسے گڑھے میں گرتا ہے جہاں سے اس کا نکلنا محال ہوجاتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جاسکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے، البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: آیت ۶۳ تا ۶۸)

یہ بھی اہل ایمان کی بہترین صفات میں سے ہے۔ وہ ظالموں اور جباروں کیلئے نرم چارہ نہیں ہوتے۔ ان کی نرم خوئی اور عفو و درگزر کی عادت کمزوری کی بنا پر نہیں ہوتی۔ انھیں بھکشوؤں اور راہبوں کی طرح مسکین بن کر رہنا نہیں سکھایا گیا ہے۔ ان کی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ جب غالب ہوں تو مغلوب کے قصور معاف کردیں، جب قادر ہوں تو بدلہ لینے سے درگزریں اور جب کسی زیردست یا کمزور آدمی سے کوئی خطا سرزد ہوجائے تو اس سے چشم پوشی کرجائیں، لیکن جب کوئی طاقت ور اپنی طاقت کے زعم میں ان پر دست درازی کرے تو ڈٹ کر کھڑے ہوجائیں اور اس کے دانت کھٹے کردیں۔ مومن کبھی ظالم سے نہیں دبتا اور متکبر کے آگے نہیں جھکتا۔ اس قسم کے لوگوں کیلئے وہ لوہے کا چنا ہوتا ہے جسے چبانے کی کوشش کرنے والا اپنا ہی جبڑا توڑ لیتا ہے۔ یہ پہلا اصولی قاعدہ ہے جسے بدلہ لینے میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ بدلے کی جائز حد یہ ہے کہ جتنی برائی کسی کے ساتھ کی گئی ہو اتنی ہی برائی وہ اس کے ساتھ کرے، اس سے زیادہ برائی کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا۔

یہ دوسرا قاعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادتی کرنے والے سے بدلے لے لینا اگرچہ جائز ہے لیکن جہاں معاف کردینا اصلاح کا موجب ہوسکتا ہو وہاں اصلاح کی خاطر بدلہ لینے کے بجائے معاف کردینا زیادہ بہتر ہے۔ اور چونکہ یہ معافی انسان اپنے نفس پر جبر کرکے دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا اجر ہمارے ذمہ ہے، کیونکہ تم نے بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی خاطر یہ کڑوا گھونٹ پیا ہے۔ اس تنبیہ میں بدلہ لینے کے متعلق ایک تیسرے قاعدے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو دوسرے کے ظلم کا انتقام لیتے لیتے خود ظالم نہیں بن جانا چاہئے۔ ایک برائی کے بدلے میں اس سے بڑھ کر برائی کرگزرنا جائز نہیں ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایک تھپڑ مارے تو وہ اسے ایک ہی تھپڑ مارسکتا ہے۔ لات گھونسوں کی اس پر بارش نہیں کرسکتا۔ اسی طرح گناہ کا بدلہ گناہ کی صورت میں لینا درست نہیں ہے۔ مثلاً کسی شخص کے بیٹے کو اگر کسی ظالم نے قتل کیا ہے تو اس کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ جاکر اس کے بیٹے کو قتل کردے یا کسی شخص کی بہن یا بیٹی کو اگر کسی کمینہ انسان نے خراب کیا ہے تو اس کیلئے یہ حلال نہیں ہوجائے گا بلکہ کہ وہ اس کی بیٹی یا بہن سے زنا کرے۔

واضح رہے کہ ان آیات میں اہل ایمان کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ اس وقت عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی زندگیوں میں موجود تھیں اور کفار مکہ اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دراصل کفارِ مکہ کو یہ بتایا ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی بسر کرنے کا جو سر و سامان پاکر تم آپے سے باہر ہوئے جاتے ہو، اصل دولت وہ نہیں ہے بلکہ اصل دولت یہ اخلاق اور اوصاف ہیں جو قرآن مجید کی رہنمائی قبول کرکے تمہارے ہی معاشرے کے ان مومنوں نے اپنے اندر پیدا کئے ہیں۔

عبدالعزیز، کولکاتہ

آسان نہیں ہے ممتا بنرجی کی راہ

مکرمی! بنگال کی سی ایم ممتا بنرجی نے پارلیمانی انتخابات میں اپوزیشن پارٹیوں کو متحد کرنے کے لیے کوششیں شروع کردی ہیں جس کے چلتے وہ دہلی کے دورے پر ہیں اور اپوزیشن پارٹیوں کو مودی حکومت کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش میں جٹی ہیں لیکن کیا یہ سب اتنا آسان ہوگا؟ دراصل بنگال میں اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کو شکست فاش دینے کے بعد سے ممتا بنرجی ملک میں ایک مضبوط لیڈر کے طور پر اُبھری ہیں اور ان پر زیادہ تر اپوزیشن پاٹیوں کا بھروسہ قائم ہے اور یہ پارٹیاں مانتی ہیں کہ اگر پارلیمانی انتخابات میں اپوزیشن کی طرف سے پی ایم مودی کے سامنے ممتا کو انتخابی میدان میں اُتارا جائے تو پھر کامیابی مل سکتی ہے لیکن کئی اپوزیشن پارٹیاں ممتا کے ساتھ اس معاملے میں آنے کو تیار نہیں ہیں۔ جیسے ہی ممتا نے دہلی پہنچ کر اپنے اس سیاسی نظریہ پر کام کرنا شروع کیا ویسے ہی شیوسینا کی طرف سے بیان سامنے آیا کہ شیوسینا کے سربراہ اور مہاراشٹر کے سی ایم سیاسی طور پر قابل لیڈر ہیں اور وہ قیادت بھی کرسکتے ہیں۔ شیوسینا کی طرف سے اس بیان سے صاف احساس ہوتا ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے، دوسری طرف کانگریس کی اگر ہم بات کریں تو کانگریس بھلے ہی اپنے سب سے خراب دور سے گزر رہی ہے لیکن وہ بھی ممتا بنرجی کو پی ایم کے (باقی صـ۱۴ پر)

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Publishing Date: 13 August 2021
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi
R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر م-ع-ج-

• تیسری لہر سے ہوشیار رہنے کی ضرورت

• صنفی توازن کو بہتر بنانے پر توجہ دیں • بی جے پی کی انتخابی تیاری

تیسری لہر سے ہوشیار رہنے کی ضرورت

کورونا وائرس ابھی ملک سے ختم نہیں ہوا ہے بلکہ بعض علاقوں میں اس کے معاملے پھر سامنے آنے لگے ہیں۔ کورونا کی پہلی اور دوسری لہر پورے ملک میں تباہی مچا چکی ہے۔ اب جبکہ اس کا اثر ٹوٹ چکا ہے اور حالات بتدریج بہتر ہوتے جارہے ہیں تو ملک بھر میں کورونا کے تعلق سے بداحتیاطی شروع ہوگئی ہے۔ نہ کوئی سماجی فاصلے کے اصولوں کی پابندی ہورہی ہے اور نہ ماسک کا استعمال ہورہا ہے۔ عوام بالکل ہی فراموش کرچکے ہیں کہ کورونا کی دوسری وبا سے ہم ہی

> حکومتوں کی جانب سے حالانکہ لاک ڈاؤن کی تحدیدات میں نرمی دے دی گئی ہے تاہم عوام کیلئے یہ مشورے بھی دیئے گئے ہیں کہ وہ احتیاط کو لازمی اختیار کریں، پھر بھی سماجی فاصلے کے اصولوں کی سارے ملک میں دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں۔ صرف اسکولوں اور تعلیمی اداروں کو بند کرتے ہوئے کورونا سے احتیاط نہیں ہوسکتی، کورونا کہیں بھی کسی بھی مقام پر آسکتا ہے اور کسی کو بھی زد میں لے سکتا ہے۔

شدید ترین متاثرین میں شامل تھے۔ اب جبکہ ماہرین اور سائنسدانوں کی جانب سے اکتوبر کے اوائل تک ملک بھر میں تیسری لہر کے اندیشے ظاہر کیے جارہے ہیں تو ہمیں ابھی سے چوکسی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ضروری نہیں کہ تیسری لہر یقینی طور پر آئے لیکن احتیاط کے تقاضوں کا خیال رکھنا ہم سب کے لیے ضروری ہے۔ حکومتوں کی جانب سے حالانکہ لاک ڈاؤن کی تحدیدات میں نرمی دے دی گئی ہے تاہم عوام کے لیے یہ مشورے بھی دیئے گئے ہیں کہ وہ احتیاط کو لازمی اختیار کریں۔ پھر بھی سماجی فاصلے کے اصولوں کی سارے ملک میں دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں۔ صرف اسکولوں اور تعلیمی اداروں کو بند کرتے ہوئے کورونا سے احتیاط نہیں ہوسکتی۔ کورونا کہیں بھی کسی بھی مقام پر آسکتا ہے اور کسی کو بھی زد میں لے سکتا ہے۔ ملک کے تفریحی مقامات پر خاص طور پر سیاحوں کا ہجوم جمع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ مقامی حکومتوں کی جانب سے کورونا احتیاط پر عمل آوری کے معاملے میں اتنی سختی نہیں کی جارہی ہے جتنی لاک ڈاؤن کے ایام میں کی گئی تھی۔ عوام کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ حکومتوں کی جانب سے کارروائی پر ہی احتیاط نہ کریں بلکہ اپنے طور پر بھی تمام تر احتیاط کو ملحوظ رکھیں۔ عوام کے لیے ضروری ہے کہ وہ آئندہ مہینوں میں مشکلات اور پریشانیوں سے بچنے کے لیے ابھی سے احتیاط برتیں خاص طور پر ماہرین اور ڈاکٹروں کی رائے کو دیکھتے ہوئے ان کی تنبیہ کو نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہرایک فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی حفاظت اور تحفظ کو ترجیح دے۔ سماجی اور دوسری مصروفیات کے نام پر خاندان کی سلامتی کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ جس احتیاط کا دوسری لہر کے دوران مظاہرہ کیا گیا تھا اس کو بحال کرنے کی ضرورت ہے۔ ماسک کا لازمی استعمال ہونا چاہیے۔ سماجی فاصلے اور دوریوں پر عمل کیا جانا چاہیے اور دوسری احتیاط کو بھی اختیار کرنا چاہیے۔ کسی بھی خاندان میں کوئی ناگہانی واقعہ پیش نہ آئے اس پر ہرایک کی توجہ ہونی چاہیے۔

صنفی توازن کو بہتر بنانے پر توجہ دیں

شہری اندراج نظام برائے ۲۰۱۹ء جو ہندستان کے مردم شماری محکمہ کا حصہ ہے، کی سالانہ رپورٹ نے ملک میں صنفی توازن کے تعلق سے کچھ اچھی خبر دی ہے۔ رپورٹ کے مطابق کسی بھی ریاست یا مرکز کے زیرانتظام علاقہ میں پیدائش کے وقت جنسی تناسب ہر ہزار لڑکوں میں نو سو لڑکیوں سے کم نہیں ہے۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے پیدائش کے وقت ہزار مردوں پر ۹۵۲ عورتوں کے فطری جنسی تناسب کا اندازہ لگایا ہے۔ ۲۰۱۹ء کا تناسب ملک کا زیادہ بہتر مظاہرہ دِکھاتا ہے جہاں حالیہ عرصہ تک ناقص صنفی تناسب تھا۔ مگر رپورٹ میں ایک بری خبر بھی ہے کہ کئی ریاستوں میں ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے درمیان جنسی تناسب میں گراوٹ درج کی گئی ہے۔ اس کی توثیق قومی خاندانی صحت سروے نے بھی کی جس نے بتایا ہے کہ آٹھ ریاستیں جنھوں نے اپنے جنسی تناسب میں بہتری کی تھی، ۲۰۱۹ء میں وہ گراوٹ کا شکار ہوگئیں۔

اروناچل پردیش میں سب سے زیادہ صنفی امتیاز ۱۰۲۴ تھا مگر ۲۰۱۸ء میں یہ ۱۰۴۷ سے گھٹ گیا۔ کیرالا، ہماچل پردیش اور چھتیس گڑھ جیسی ریاستیں جہاں روایتی طور پر بلند جنسی تناسب تھا، اس میں گزشتہ سالوں میں گراوٹ آئی ہے۔ گجرات، آسام اور مدھیہ پردیش میں سب سے کم تناسب درج کیا گیا۔ اس روبہ زوال رجحان کے بارے میں کسی وجہ کی طرف نشاندہی کرنا مشکل ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ مرکز کی بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ اسکیم کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ آیا صنف کا پتہ لگانے والے معائنوں پر امتناع کی خلاف ورزی میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں تاہم اگر بڑے پیمانے پر خلاف ورزی ہوئی تو اس کے لیے ملک گیر وجہ ہونی چاہیے۔

صنفی امتیاز کے خلاف سرکاری اور غیر سرکاری مہمات بھی غالباً ماضی کی طرح کام نہیں کررہی ہیں۔ اس رجحان کا جامع مطالعہ ضروری ہے کیونکہ اگر یہ برقرار رہا تو یہ بہتر صنفی توازن کے حصول کی کئی دہائیوں کی کوششوں کو ضائع کردے گا۔ یہ رجعت پسندانہ سماجی ذہنیت ہے جو لڑکے کو ترجیح دیتی ہے اور جو ایک زمانہ میں ملک میں عام تھی۔ اگر اس طرح کی فرسودہ پدرانہ اقدار اور ذہنیت کا احیاء ہوتا ہے اور یہ غالب آتی ہے تو پھر یہ تشویش کا موضوع ہونا چاہیے۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ مالی پریشانیوں کے ادوار، سماج میں مردوں وعورتوں کے کرداروں کے تعلق سے ذہنیت اور تصورات کو بدل سکتے ہیں۔ اگر ایسی ذہنیت تبدیل بھی ہوتی ہے تو فطری صنفی مساوات میں سرگرم مداخلت ہونی چاہیے تھی جو بعد کے سالوں میں صنفی تناسب میں گراوٹ کا سبب بنی ہے۔

بی جے پی کی انتخابی تیاری

جن پانچ ریاستوں میں اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں ان میں سوائے پنجاب کے تمام ریاستوں میں بی جے پی کی حکومتیں قائم ہیں۔ بی جے پی کے لیے چار ریاستوں میں اقتدار کو بچانا اس بار آسان نظر نہیں آتا۔ چونکہ ساری توجہ اترپردیش پر مرکوز کی جارہی ہے جس سے وہاں کے حالات کی سنگینی اور پارٹی کے لیے پیش آنے والی مشکلات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ریاست میں عوام کورونا وبا کے دوران ریاستی حکومت کی نااہلی اور ناقص کارکردگی سے نالاں ہیں۔ انھیں یہ احساس ہوچکا ہے کہ حکومت نے ان کی مدد نہیں کی ہے بلکہ عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ وزیراعلیٰ آدتیہ ناتھ کے خلاف خود بی جے پی کے ارکانِ اسمبلی میں ناراضگی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ وزیراعلیٰ آمرانہ روش اختیار کیے ہوئے ہیں اور پارٹی کے ارکانِ پارلیمنٹ اور ارکانِ اسمبلی سے ہی ملاقات کرنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ ارکانِ اسمبلی اپنی ان شکایات سے ہائی کمان کو بھی واقف کراچکے ہیں تاہم ہائی کمان کے لیے قیادت میں تبدیلی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ پارٹی کو احساس ہے کہ آدتیہ ناتھ کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے وہ انتخابات میں کامیاب مقابلہ نہیں کرپائے گی۔ ایسے میں درمیانی راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بی جے پی اعلیٰ کمان مرکز کے ذریعہ ریاست کی صورتِ حال سے نمٹنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ علاوہ ازیں اتراکھنڈ میں بھی حالات بی جے پی کے لیے سازگار نظر نہیں آرہے ہیں۔ وہاں صورتحال کو محسوس کرتے ہوئے چیف منسٹر کی تبدیلی عمل میں لائی گئی تاہم نئے چیف منسٹر سے بھی کام نہیں چلا تو اب دوسرے وزیراعلیٰ نے حلف لے لیا ہے۔ منی پور میں بی جے پی کی اتحادی حکومت ہے۔ اسی طرح گوا میں بھی بی جے پی نے چھوٹی جماعتوں کے ساتھ مل کر حکومت بنائی ہے۔ اترپردیش ہو یا دوسری ریاستیں ہوں اپنی اتحادی جماعتوں کو این ڈی اے میں برقرار رکھنا بھی بی جے پی کے لیے آسان نہیں رہ گیا ہے۔ مرکزی حکومت کے حالیہ اقدامات اور کورونا بحران میں اس کی ناقص کارکردگی نے علاقائی اور مقامی جماعتوں کو نالاں کردیا ہے۔ اس کے علاوہ انتخابات سے قبل اتحادی

> حالات مرکزی حکومت کے لیے اور بی جے پی کے لیے فی الحال اتنے سازگار دِکھائی نہیں دیتے جتنے پہلے رہے تھے، خاص طور پر مرکز میں اقتدار کی دوسری میعاد کے دوران حکومت کے بعض فیصلے اور اقدامات نے اپوزیشن جماعتوں کے لیے جدوجہد کی راہ ہموار کردی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ جماعتیں اپنی کمزوریوں کو قبل از وقت دور کرتے ہوئے سرگرم ہوجائیں۔

جماعتوں کے ساتھ جو نازیبا رویہ اختیار کیا گیا تھا اس سے بھی یہ جماعتیں ناراض ہیں۔ ان جماعتوں کو اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی جدوجہد کا سامنا ہے۔ ان حالات میں بی جے پی کے لیے تمام اتحادی جماعتوں کو اپنے ساتھ جوڑے رکھنا آسان نہیں رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ اپوزیشن جماعتوں کی جانب سے بھی ایک جامع حکمت عملی کی تیاریاں شروع کردی گئی ہیں۔ حالات مرکزی حکومت کے لیے اور بی جے پی کے لیے فی الحال اتنے سازگار دِکھائی نہیں دیتے جتنے پہلے رہے تھے، خاص طور پر مرکز میں اقتدار کی دوسری میعاد کے دوران حکومت کے بعض فیصلے اور اقدامات نے اپوزیشن جماعتوں کے لیے جدوجہد کی راہ ہموار کردی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ جماعتیں اپنی کمزوریوں کو قبل از وقت دور کرتے ہوئے سرگرم ہوجائیں اور عوام کی دلچسپی اور تشویش کے مسائل کو مؤثر ڈھنگ سے پیش کرنے کی کوشش کریں۔ ◻◻

جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر حضرت مولانا متین الحق اسامہ کانپوری ؒ کی حیات و خدمات پر مشتمل

هفت روزه الجمعية دهلی کی خصوصی اشاعت

مولانا متین الحق اسامہؒ نمبر

جس میں مولانا قاسمی نوراللہ مقدہٗ کے احوالِ زندگی، قومی و ملّی خدمات نیز دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے

الجمعية کی ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں

رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲

موبائل: 0986867648 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: (1) بذریعہ منی آرڈر
(2) Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
(3) آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.

Designing & Composing: HUMRAN AZMI